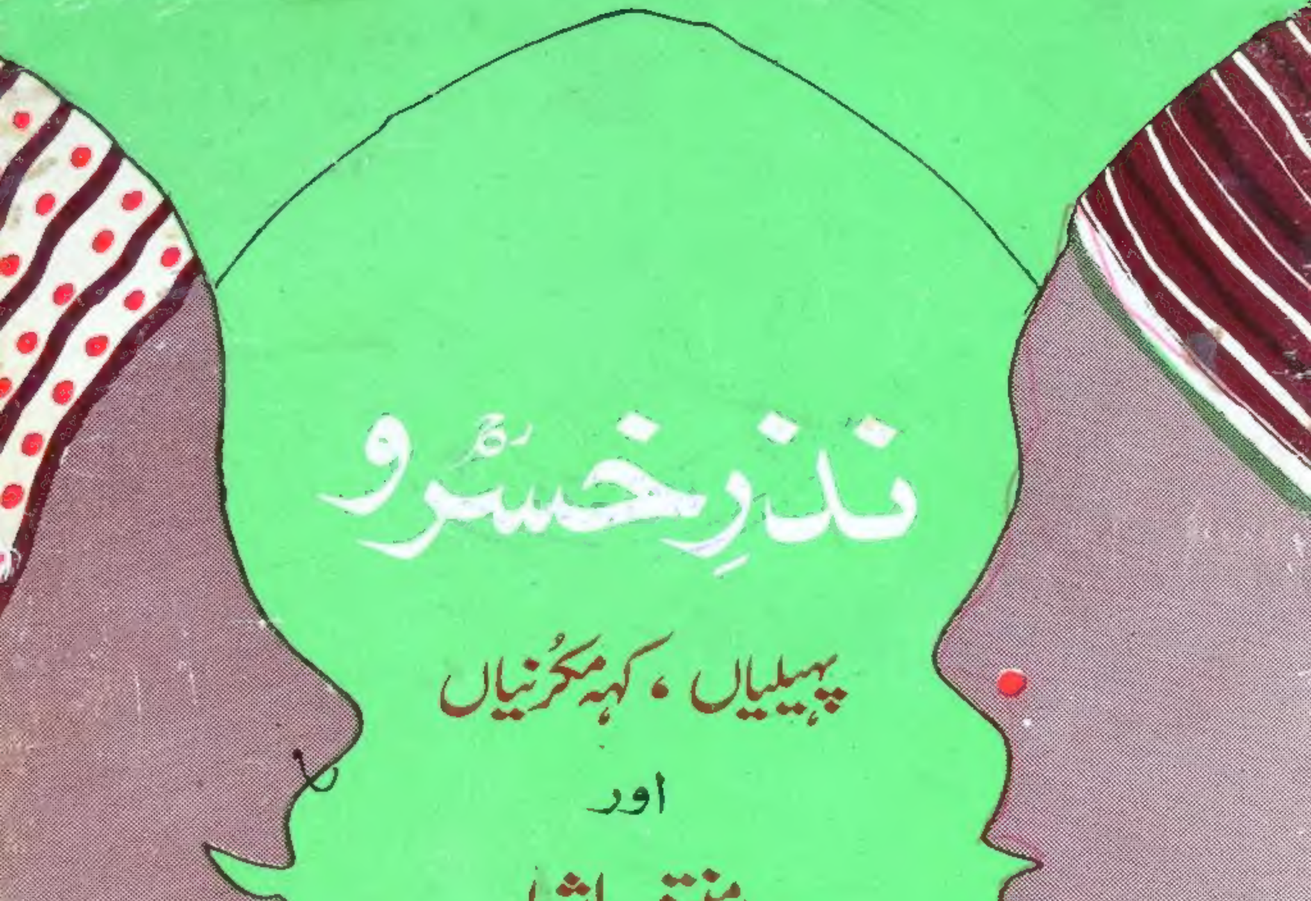


نذرِ خسرو

پہیلیاں • کہہ مکرنیاں

اور

۱۰۰ منتخب اشعار

شان الحق حقی

رائل بُک کمپنی، صدر، کراچی ۳

نذرِ خسرو

پہیلیاں کہہ مکرنیاں

اور

سَو منتخب اشعار

جن میں ہر شعر مطلع ہے

شان الحق حقّی

تعداد ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ایک ہزار

کتابت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجاہد علی

سرورق از قلم مُصنّف

ناشر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ رائل بک کمپنی کراچی-۳

طابع ۔۔ اِشتیاق پرنٹنگ پریس چند ریگر روڈ۔ کراچی

اشاعت اوّل
۱۹۸۳ء

ملنے کا پتہ

رائل بک کمپنی

رحمٰن سینٹر۔ صدر کراچی

پوسٹ بکس نمبر ۷۷۳۷

ٹیلیفون ـــــ ۵۱۴۲۴۴

فہرست

حضرت امیر خسروؒ رحمۃ اللہ علیہ

کے نام نامی سے معنون

جن کے اتباع کی میں نے جرأت کی ہے

اَلْفَضْلُ لِلْمُتَقَدِّمْ

یہ حضرت کی ایجاد کردہ اصناف

کو جن سے در اصل اردو شعر کی

ابتدا ہوئی، اس دور میں تازہ

کرنے کی ایک ارادتمندانہ کوشش ہے۔

شان الحق حقی

پیش لفظ

پروفیسر ممتاز حسین

شان الحق حقّی نے ایک طبع ایجاد پسند پائی ہے جب تک ان کے موئے قلم سے کوئی نیا شگوفہ نہ کھلے یا ایک ہی شاخِ گل میں رنگ برنگے پھول اور پتیاں نہ کھلیں ان کے دل کی تسلّی نہیں ہوتی ہے۔ وہ منجمد ہو کر رہ جانے کے قائل نہیں، وہ کسی ایک رنگ پر قائم رہنے کے بھی قائل نہیں۔ ان کا موقف یہ ہے کہ شاعر کی طبیعت میں جو بہاؤ ہوتا ہے، وہ اس کے منافی ہے کہ وہ کسی ایک جگہ پر رُک جائے، اسے مسلسل بڑھتے اور پھیلتے رہنا چاہیئے۔ چنانچہ جن لوگوں نے ان کے کلام کا مطالعہ کیا ہے وہ اس سے اچھی طرح واقف ہیں کہ انہوں نے شعر و ادب کے مختلف میدانوں میں طبع آزمائی کی ہے اور ہر میدان میں کوئی نہ کوئی کارنامہ انجام دیا ہے مگر غزل ان کے اظہارِ ذات کا وسیلۂ خاص ہے اور اس صنفِ سخن کو انہوں نے خوب ہی برتا ہے۔ اس موضوع پر ہم روشنی ڈالیں گے، لیکن اس سے پہلے یہ بتانا چاہیں گے کہ ادھر انہوں نے اپنی

کچھ توجہ بچوں کے ادب کی طرف بندول کی ہے۔ بچوں کی نظموں کا ایک مجموعہ "سہانے ترانے" کے نام سے شائع کرایا ہے۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی، یہ کتاب "نذرِ خسرو" ہے جو پیشِ نظر ہے۔ اس میں جہاں خسرو کے انداز کی پہیلیاں اور کہہ مکرنیاں ہیں وہاں انہوں نے اپنی غزلوں سے برائے آرائش کتاب سو اشعار بھی اس میں نقل کئے ہیں، وہ سو اشعار سارے ہی مطلعے ہیں۔

کہہ مکرنیوں اور پہیلیوں کے بارے میں کیا لکھوں اس کو معیار بنا کر شاعری کو کبھی پرکھا نہیں گیا ہے۔ وہ تو تمام تر لطف لینے اور بوجھنے کی شئے ہے۔ کہہ مکرنی وہ ہے جو آدمی کو گدگداتی ہے بعض اوقات لطیف پیرائے میں اس کے دبے ہوئے جنسی جذبے کو بے ضرر طور پر ذرا ابھار کر اس کے ذہن کو خوش اسلوبی کے ساتھ اس طرف سے ہٹاتی ہے۔ اس قسم کی کہہ مکرنیاں سب سے پہلے خسرو نے ہندی میں لکھی تھیں۔ درمیانی عرصے میں اس صنفِ نازک پر کیا کچھ گذری، اس کا علم نہیں، اب جو حقّی کو اس سے چھیڑ چھاڑ کرتے دیکھا تو یہ یقین آیا کہ شاعری کی کوئی صنف کبھی فنا نہیں ہوتی۔ پھر یہ کہ ان کہہ مکرنیوں میں سے بعض تو ایسی ہیں کہ خسرو کی کہہ مکرنیوں کے ساتھ پہلو مارتی ہیں اور چونکہ خسرو نقّاشِ اوّل تھے اس لئے یہ کہنا مناسب ہوگا کہ انہیں کا جھنڈا بلند کئے ہوئے نظر آتی ہیں۔ یہی حال پہیلیوں کا بھی ہے۔ ایک سو ایک پہیلیاں انہوں نے ایسی نظم کی ہیں جو خاص طور پر اٹھتی عمر کے لوگوں کے لئے سرمایۂ لطف مہیا کرتی رہیں گی۔ ان کے مطالعے سے ان کی معلومات میں بھی اضافہ ہوگا۔

اب کچھ ان کی غزل گوئی کے بارے میں حقّی کی شاعری میں فکر کا عنصر شروع سے ملتا ہے

"تارِ پیراہن" ان کی غزلوں کا پہلا مجموعہ تھا۔ اب بیس یا ئیس سال کے بعد انہوں نے اپنی غزلوں کا ایک نیا مجموعہ "حرفِ دل رس" کے نام سے شائع کیا ہے۔ اس کے بھی دو حصّے ہیں ایک تو وہی "حرفِ دل رس" جس کو ٹھیٹھ معنوں میں عشقیہ کلام کا مجموعہ کہا جائے گا۔ ہر چند کہ غم دہر، غم زمانہ، غمِ روزگار اور اس طرح کے جتنے بھی غم ہیں ان عشقیہ غزلوں سے جھلکتے ہوئے نظر آتے ہیں پھر بھی عمومی طور اس کو عشقیہ ہی ماننا پڑے گا۔

یہ کس نے کیا یاد، کہاں جلتے ہو حقّی
کچھ آج تو پڑتے ہیں قدم اور طرح کے

انداز ہیں موسم میں مرے رنگِ غزل کے
آتی ہے تری یاد بڑے بھیس بدل کے
ہاں دورِ زمانہ کوئی پیمانہ بدل کے
اب تک مرے پہلو میں وہی درد ہیں کل کے

یہ اشعار خود بول رہے ہیں کہ اس جزو میں حقّی کی غزل کیسی ہوگی۔ دوسرے جزو میں ایسی غزلیں ہیں جنہیں حقّی نے "نوائے ساز شکن" کا نام دیا ہے۔ اس جزو کی غزلوں سے لطف اندوز ہونے کے لئے کچھ تمہید کی ضرورت ہوگی لیکن اس سے پہلے حقّی کی غزل گوئی کی چند عمومی خصوصیات آپ کے سامنے لانا چاہوں گا۔

حسرت کی طرح حقّی کی بھی ایک طرفہ طبیعت ہے۔ حسرت تو خیر چکّی کی مشقّت کے ساتھ مشقِ سخن جاری رکھے رہے ایسی کسی چکّی سے حقّی کا پالا نہیں پڑا مگر

ایک چکی لغت سازی کی ان کے گلے میں ۸ اسال تک پڑی رہی۔ لغت سازی ان کا خاندانی مشغلہ تھا' ان کے والد ماجد نے بھی کوئی لغت تیار کی تھی حقی اس سلسلے میں مولوی عبدالحق سے زبانی یا تحریری مقدمہ لڑ چکے ہیں بہرحال اب وہ اس مشقت سے نکل آئے ہیں اور یہ شاعری کے حق میں ایک نیک فال ہے کیونکہ جو لغت سازی میں پھنسا اس سے شاعری کا دامن چھوٹا۔ بات یہ ہے کہ لغت میں لفظوں کے حقیقی معنی لکھے جاتے ہیں اور مجازی معنی شاذ و نادر ہی لکھے جاتے ہیں اس کے برعکس شاعری میں الفاظ کثرت سے مجازی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں اور جن الفاظ میں یہ سمائی نہیں ہوتی ہے کہ مجازی معنوں میں استعمال کیا جا سکے ان سے پرہیز کرنے کی ہدایت ہے۔ اس سے مستثنیٰ حروف جار، حروف عطف وغیرہ ہیں ورنہ فعل بھی اس زمرے میں آجاتے ہیں! ایک لفظ "کھانا" ہزار معنوں میں استعمال ہوتا ہے، خیر چھوڑیئے ان باتوں کو حقی بڑے حجتی ہیں، اگر وہ الجھ گئے اس بحث میں تو میری گفتگو ان کی شاعری سے متعلق بھی رہ جائے گی بہرحال اس بات کو درمیان گفتگو لانے کا مقصد یہ ہے کہ انہوں نے جہاں لغت سازی میں بہت کچھ کھویا ہے، وہاں کچھ پایا بھی ہے۔ حقی کے اشعار آسانی سے لغت میں بھی استعمال ہو سکتے ہیں۔ اگر کسی لفظ کی سند لینی ہو کہ وہ اردو میں استعمال ہوا ہے کہ نہیں تو اس کی سند حقی کے ہاں مل جائے گی! اس میں دونوں طرح کے الفاظ ملیں گے بعض ایسے جن کے بارے میں آپ ان سے الجھ جائیں گے کہ یہ لفظ یوں نہیں یوں ہے

عظیم کی جمع اعاظم ہے نہ کہ اعظام، اور بعض ایسے کہ آپ اسے قبول کریں گے کہ ہاں بھائی یہ لفظ آپ نے خوب ہی استعمال کیا ہے

ہو اقربان تجھ پر ایک ہوا خواہ
غرض کیا اس سے امکا تھا کہ دھمکا

تو عرض یہ ہے کہ ان کی غزلوں میں کہیں کہیں ایک پرتو ان کی لغت سازی یا زمانہ لغت سازی کا بھی ملتا ہے اور یہ سایہ اس قدر نیچے ان کے تحت الشعور میں اتر چکا ہے کہ تیرے سے نئے الفاظ قافیوں میں کھینچ کر لاتا ہے حقّی کے یہاں یہ سب لاشعوری طور سے ہوتا ہے۔ حقّی کی غزل گوئی کی ایک دوسری عمومی خصوصیت یہ ہے کہ اول تو وہ اپنی زمینوں میں غزل کہتے ہیں، پھر یہ کہ وہ حتی الوسع بنی بنائی ترکیبوں کی بیساکھیوں کے استعمال سے پرہیز کرتے ہیں، انئی سے نئی ترکیبیں وضع کرتے ہیں اور نسخہ ترکیب میں بہت سی جدتوں کو دخل دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ مسلمہ اصول کے لازمی طور سے پابند نہیں ہوتے، لیکن ہر نسخہ ترکیب کا وہ کوئی جواز ضرور رکھتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ قلی قطب شاہ کی غزلوں میں گیتوں کا انداز ہے۔ حقّی نے اس رنگ غزل کو از سر نو دور حاضر کی ہندی میں زندہ کیا ہے اور ایسی ایسی گیت نما غزلیں اور غزل نما گیت کہے ہیں کہ ان کا جواب ہندوستان کے ان شعرا کی غزلوں میں بھی مشکل سے ملے گا جو ان دنوں ہندی شاعری کی روایت میں غزلیں بہ زبان ہندوی کہہ رہے ہیں۔ اس طرح کی ایک غزل کے چند شعر ملاحظہ ہوں:

سونی کالی رات ہے جی پر بھاری سی — آؤ تم سے بات کریں اک پیاری سی
دامن پر ہیں گیت کے بکھرے پھول — آئی کہاں سے رنگ کی یہ پچکاری سی
وجدانِ سخن کیلیے اک رنگ کی پچکاری — ہو اس کا تقاضا کیا بس حسن کو پیا چاہیے

حقی کی غزلوں میں رنگ کی یہ پچکاری آپ کو چھوٹتی ہوئی ہر جگہ نظر آئے گی میں نے ایک تصویر محمد شاہ رنگیلے کی دیکھی ہے اس میں محل سرا کی بیگمات ان سے ہولی کھیل رہی ہیں۔ رنگوں کی یہ ہولی حقی کے یہاں بڑی شستہ ہے۔ جو رنگ ہے نفیس ہے اور ان رنگوں کے ساتھ گلال اور عبیر بھی ہے ان کی ایسی غزلیں رنگوں کی ایک دھنش (دھنک) ہیں جس سے تیر ترچھے چلتے ہیں مگر نشانوں پر صحیح بیٹھتے ہیں۔

سہیلی بوجھ اک یہ بھی پہیلی — چلا اک تیر ٹیڑھا اور نہ چوکا

اب "حرفِ دل رس" کے اس رنگِ تغزل کے بعد ذرا ان کے "نوائے ساز شکن" کی سیر کیجیے جس تمہید کا میں نے وعدہ کیا تھا اس کا آغاز یہاں سے ہوتا ہے۔

گذشتہ بیس سال سے ہمارے اس شہر کی شاعری کا چلن بگڑا نہیں بلکہ بدلا ہوا ہے۔ شعراء کا کہنا ہے اور ان میں اکثریت نوجوان شعرا کی ہے کہ اس شہر پر عفریت کا سایہ ہے! اسے چھل پائیوں نے گھیرا ہے۔ اس میں بڑی چلت پھرت اور گہما گہمی ہے مگر سفر مفقود ہے۔ قدم اٹھاتے ہیں کہ آگے بڑھیں مگر پیچھے ہی کو سرک جاتے ہیں گویا ایک چلتی سیڑھی ان کے پیر میں ایسی لگی ہے جو پیچھے ہی کو دوڑتی ہے۔ آئے دن عجیب عجیب واقعات رونما ہوتے ہیں۔ ہر نوچندی جمعرات کو ایک جوان رعنا زرد بیل پر سوار ہاتھ میں ایک تبر لئے ایک غلام کے ہمراہ نمودار ہوتا ہے خلقت اسے دیکھتے ہی

ازدھام کرتی ہے جب مجمع اس کے چاروں طرف قیاس سے بھی زیادہ ہو لیتا ہے تو وہ نوجوان ایک صراحی کشادہ منہ کی اپنے تسکار بند سے نکالتا ہے اس صراحی پر کچھ خط کوفی میں لکھا ہوتا ہے وہ اسے غلام کے سر پر رکھ دیتا ہے اور غلام رقص کرنے لگتا ہے پھر وہ اپنے اس تیر سے ایسا وار غلام کے سر پر کرتا ہے کہ اس کا سر تن سے جدا ہو جاتا ہے اور وہ صراحی اس کی گردن سے چپک جاتی ہے۔ غلام اس حالت میں بھی رقص کرتا رہتا ہے۔ اس رقصِ بسمل کو دیکھ کر مجمع صدائے تحسین و آفریں بلند کرتا ہے۔ ایک شخص مجمع سے غالب کا یہ مصرع اٹھاتا ہے ؎

تو مشقِ ناز کر خونِ دو عالم میری گردن پر

کہ یکایک ایک شور دوسری طرف سے سننے میں آتا ہے کہ یار و گیا بہوشی ہے۔ یہ بھی منظر کوئی خوشی کا ہے سنتے ہی سوار گرہ بزیا ہوتا ہے مجمع پہ آمادگیٔ قتل اس کے پیچھے ہو لیتا ہے۔ ایک اس سے بھی زیادہ روح فرسا منظر زبانہائے بریدہ کا دیکھنے میں آتا ہے شیشے کے مرتبان صلیبوں کے بازوؤں سے جا بجا لٹکے ہوئے نظر آتے ہیں، ان میں زبان ہائے بریدہ اس طرح تیرتی پھرتی ہیں جس طرح خوبصورت مچھلیاں پانی میں تیرتی ہوں مگر اللہ کی شان دیکھئے کہ وہ زبانیں بولتی ہیں۔ آڑے ترچھے لفظوں میں حرفِ مدعا ادا کرتی ہیں! اس منظر کو دیکھنے کیلئے صبح سے شام تک مجمع لگا رہتا ہے اسے اس زمانے کے شعرا مشاعرے کا نام دیئے ہوئے ہیں کل ایک شاعر کا ایک شعر نظر سے گزرا اس میں ایک دوسرا ہی منظر پیش کیا گیا ہے۔ کسی پلازہ کے سامنے ایک مجمع یہ خبر سن کر کئی روز سے اس منظر کے اشتیاق میں کھڑا ہے کہ شہر کی میونسپلٹی نے اسے ناقص قرار دیا ہے اور وہ گرایا جانے والا ہے۔ آخر اس میں کیا لطف۔ کیا عید نظارہ ہے جو یہ مجمع کھڑا ہے۔ مگر وہ یہی کہے جاتے ہیں

عید نظارہ ہے اس کاخ کا ویراں ہونا — عجب یہ عالم سحر زدگی ہے۔

زرد پتوں کی بہار سے مسحور ہوتے ہیں اور جب کوئی تیرِ ستم خطا ہو جاتا ہے تو اسے آپ اٹھا لیتے ہیں۔ الٰہی یہ کیا شاعری ہے کیا شاعری واقعتہً ایک بیماری ہے اور اگر بیماری ہے کہ جدید نفسیات تو اس کے بارے میں یہی کہتی ہے تو پھر غالب کا یہ کہنا کہاں تک صحیح ہے ع

چشمۂ آبِ حیا تم تنانا ہایا ہو۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ جناب خضر ہم کو چشمۂ حیواں پر چھوڑ کر خود چل دیے ہوں۔ اور اب ہم کسی کی تلاش میں ہوں بہر حال حقیقتِ حال کچھ بھی ہو اس عالم میں سحر زدگی سے متاثر ہو کر حقّی نے بھی چند اشعار کہے ہیں ؎

کبھی ملتے ہیں یہ تیغ تڑپتے ہوئے بول　　کبھی دیکھی ہیں صلیبوں پہ چڑھی آوازیں
کہیں دامن میں لگی آگ کہیں دل سلگے　　ساز کے لب پہ کہیں وہ سوز بھری آوازیں

اور پھر اس غزل کا شعر ملاحظہ کیجیے ؎

گونج اٹھیں تو سرِ بزم قیامت کر دیں　　یہ گلوگیر شکنجوں میں کسی آوازیں

اور پھر ویسے ہی چند اور اشعار ملاحظہ ہوں ؎

ایک گُل ہوا پھر دفن چمن زار کے نیچے　　چھوٹی سی خبر صفحۂ اخبار کے نیچے
یہ چونک اٹھیں نہ بے حشر ہی اے قدِ جلالت　　لاشے جو دبے ہیں تری دیوار کے نیچے
وہ جس نے کہیں یہ زیارت خوش آثار　　ہے دفن کسی قطعۂ ہموار کے نیچے
ہم اہلِ وفا اٹھ نہ سکے کوئے وفا سے　　بیٹھے رہے گرتی ہوئی دیوار کے نیچے

اس طرح کے بہت سے اشعار حقّی کی شاعری میں نظر آتے ہیں اور یہ رنگ تغزل اس دور کے ساتھ کچھ مخصوص ہو گیا ہے حقّی کے یہاں جو ایک چلبلا پن ہے وہ ان کو طنز و مزاح کی طرف بھی لے جاتا ہے۔ خواجہ میر درد نے کہا تھا ؎

تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو　　دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

حقّی نے ایک نیا ہی مضمون وضو کے پانی کا باندھا ہے:

ہوتا ہے میخواروں پر برہم
پلاؤ شیخ کو پانی وضو کا

اس لطف زباں کے ساتھ آپ حقّی کی پہیلیوں اور کہہ مکرنیوں کی طرف متوجہ ہوں۔ دیکھئے کیا کچھ سامان تلطف حقّی نے اس نمکدان شاعری میں مہیّا کیا ہے۔

ممتاز حسین

عرضِ مصنف

کہہ مکرنی خاص ہماری زبان کی ایک صنف ہے جس
کا جواب میرے علم کی حد تک کسی اور زبان میں موجود نہیں۔ اس کی
ایجاد کا سہرا حضرت امیر خسرو کے سر ہے۔ افسوس کہ حضرت کا ہندی
کلام جس کا ذکر خود انہوں نے اپنے فارسی دیوان "غرۃ الکمال"
کے دیباچہ میں فرمایا ہے، دستبردِ زمانہ سے محفوظ نہ رہ سکا اور معلوم
نہیں کہ اس میں کیا کیا جواہر تھے جو ضائع ہو گئے، لیکن جو چند
تبرکات روایتہً ان سے منسوب چلے آ رہے ہیں ان سے ان
کی طبّاعی اور لطافتِ طبع ظاہر ہے۔ یہ تخلیق کی ایک نئی روش
تھی جو انہی کے ساتھ مخصوص رہی۔ حضرت کی کہہ مکرنیوں اور پہیلیوں
کو سب ہی سراہتے ہیں، اور آج بھی یہ پر لطف معلوم ہوتی ہیں،
لیکن تعجب ہے کہ یہ اصناف جن کی طرح انہوں نے ڈالی تھی انہی پر

ختم ہوگئیں روایت آگے نہ چل سکی۔ ویسے ہمارے شعراء نے رسمی اصناف اور موضوعات سے ہٹ کر بھی بہت کچھ کہا جو تفریحات و فکاہات کی ذیل میں آتا ہے۔ یہ اصناف اپنی نوعیت اور مضامین کے لحاظ سے ہماری عوامی زندگی سے بہت قریب تھیں، شاید اسی لیے خواص نے ان پر توجہ نہیں کی۔

راقم الحروف نے بہت ڈرتے ڈرتے اس میدان میں قدم رکھا ہے کہ یہ جرأت (خاکم بدہن) صرف منہ چڑانا بن کر نہ رہ جائے۔ ایک طرف قدیم نمونوں سے رشتہ جوڑنا اور رنگ سے رنگ ملانا ضروری تھا، دوسری طرف کچھ جدید فضا بھی در آئی ہے۔ بعض کہہ مکرنیاں جناب جمیل جالبی کی فرمائش پر کہی گئی ہیں اور میں ان کا ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھے جدید موضوعات پر طبع آزمائی کی ترغیب دی۔ چنانچہ کہہ مکرنیاں خاصی اَپ ٹوڈیٹ ہوگئیں۔

حضرت امیر خسرو کے بعد پہیلیاں بھی کم لکھی گئیں خصوصاً ایسی جو ان کے قائم کیے ہوئے معیارِ لطافت کو پہنچتی ہوں۔ ہمارے شعراء نے تو ان پر کوئی توجہ ہی نہیں کی۔ جن ادیبوں نے بچوں کے لیے لکھا۔ انہوں نے بھی اس صنف کو نہیں چھیڑا۔ عام طور پر جو پہیلیاں بچوں کے رسائل یا اخبارات میں کبھی کبھی نظر آتی ہیں بے تکی

سی ہوتی ہیں اور لطافت سے خالی۔ افسوس تو یہ ہے کہ قدیم پہیلیاں کبھی صحت کے ساتھ نقل نہیں کی جاتیں مثلاً یہ پہیلی جو حضرت امیر خسرو کی بابت کئی کتابوں میں غلط نقل ہوئی ہے، میں نے بچپن میں اس طرح سنی تھی۔

بالا ہو تو سب کو بھائے اور بڑھے تو کام نہ آئے
لے دیا میں نے اس کا ناؤں بوجھ تو بوجھ نہیں چھوڑ دے گاؤں

یہاں "بالا ہو" (کمسن ہو یا روشن کیا گیا ہو) کی ذو معنویت نے عجیب لطف پیدا کیا ہے۔ اسی طرح بڑھے دو معنی میں آیا ہے چراغ بجھانے کو چراغ بڑھانا کہتے ہیں۔ تیسرے مصرعے میں دیے کا نام کس خوبصورتی سے لیا گیا ہے کہ "لے دیا میں نے اس کا ناؤں"۔ ان مصرعوں میں تصرف کر دیا جائے تو ساری لطافت زائل ہو جاتی ہے اور اشارات بھی گم ہو جاتے ہیں معلوم ہوتا ہے بعض نقل کرنے والوں نے ان نکتوں کو سمجھا ہی نہیں۔ ورنہ "بڑھے" کی جگہ "بڑا ہو"، کبھی نہ لکھتے کہ بات بے معنی ہو جاتی ہے۔

اردو میں معمّیات کا فقدان ہے۔ جیسے کہ فارسی میں جامی وغیرہ سے منسوب ہیں لیکن فارسی معمّیات میں وہ سادگی اور لطافت نہیں ملتی جو حضرت امیر خسرو کی پہیلیوں میں ہے۔ فارسی معمّے ضرورت

سے زیادہ پراسرار بنا دیئے گئے ہیں جیسے "خفیہ کوڈ" جو محض ذہن کو بھٹکانے کے لئے ہوتا ہے۔ نیم کی پہیلی جو حضرت امیر خسرو سے منسوب ہے، اس طرح کے لطیف معمے شاذ ہی کہیں ملیں گے:

ترور سے اک تریا اتری اس نے بہت رجھایا
باپ کا اس کے نام جو پوچھا آدھا نام بتایا
آدھا نام پتا پر پیارا اپنا نام نبولی
امیر خسرو یوں کہیں کہ بوجھ پہیلی موری

میرا خیال تھا کہ نیم پر اب کوئی اور پہیلی کیا کہی جاسکے گی، لیکن تھوڑی سی کاوش سے تین پہیلیاں ہوگئیں جو گویا انہی کا فیضان ہے۔ یہ تو ناظرین ہی بتا سکیں گے کہ بات بنی کہ نہ بنی یہی بات "آئینہ" کی پہیلی کی بابت بھی کہی جا سکتی ہے جو حضرت کی حسب ذیل پہیلی کے اتباع میں کہی گئی ہے۔

ترکی بولی پائی نا فارسی بولی آئی نا
ہندی بولے عارسی آئے منہ دیکھے جو اسے بتائے

اسی طرح قینچی کی بابت جو پہیلی ہم تک پہنچی یوں ہے۔

اندر چلمن باہر چلمن بیچ کلیجا دھڑکے
امیر خسرو یوں کہیں وہ دو دو انگل سرکے

ان مشترکہ موضوعات پر قدیم پہیلیوں کو یہاں اس لئے نقل کیا کہ پڑھنے والوں کے ذہن میں پہیلی کا انداز اور روایت تازہ ہو جائے جس سے شاید آگے آنے والی پہیلیوں کے بوجھنے میں مدد ملے گی ۔

یہاں بے ساختہ خیال اس بے سروپا الزام کی طرف جاتا ہے جو بعض لوگ اُردو پر لگاتے ہیں اور حال ہی میں بڑے زور و شور سے سننے میں آیا، کہ اردو "دربار کی زبان" ہے ۔ اس سے پہلے "رنڈیوں کی زبان" بھی سنا گیا۔ زبان تو سب کی زبان ہوتی ہے خصوصاً اردو جیسی وسیع علاقوں میں چلتی ہوئی بولی جو صرف کتابی زبان نہیں ہے لیکن کونسی ۔ بڑی زبان ایسی ہے جو دربار کی زبان نہیں رہی ۔ اردو کو تو دربار سے اتنا زیادہ تعلق کبھی نہیں رہا اس کی افتاد ہی عوامی تھی ۔ یہ تو پراکرت تھی جسے پنڈت لوگ بگڑی بولی (اپ بھرنش) کہتے تھے ۔ پھر دیکھئے اس نے کیسی شائستہ صورت نکالی ۔ اس کی تمام تاریخ ترقی اور مسلسل ارتقاء کی تاریخ ہے رفتہ رفتہ اس نے اتنی صلاحتیں پیدا کرلیں کہ دنیا کی کوئی زبان اس کے وسائل اور اسالیب سے لگا نہیں کھا سکتی ۔ اس کی صوتیات دوسری زبانوں سے زیادہ وسیع ، ہندی فارسی ، عربی ، انگریزی سب پر محیط ہیں ۔ اِدھر سے بھی لفظ لے سکتی ہے اُدھر سے بھی اور بے شمار نئی ترکیبیں وضع کر چکی ہے ۔

اس کی نحوی ترکیب ایسی ہے کہ ہر لفظ اپنا سکتی ہے تصرف کی ضرورت نہیں ہوتی اور پھر اس نے اپنے بل پر اتنا ادب متنوع جدید و قدیم موضوعات پر پیدا کر لیا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ یہ محض اس کے پرستاروں کی نذرِ اخلاص ہے کیونکہ سرکاری سرپرستی سے محروم تھی۔ ہمارا وہ مختصر مگر با اثر انگریزیت زدہ طبقہ جو اردو کے نفاذ میں سدِّ راہ بنا ہوا ہے، اس کی استعداد صلاحیتوں اور علمی ذخائر سے محض ناواقف ہے جو اگر انگریزی کے مقابلے میں کمتر ہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں لیکن اتنے ہیٹے بھی نہیں جتنے کہ ان حلقوں میں خیال کیے جاتے ہیں۔

پاکستان زبان کے معاملے میں نہایت خوش قسمت واقع ہوا ہے کہ یہاں کی بہت پیاری مقامی بولیوں کے دوش بدوش جن کے دامن میں بڑا وقیع ادب بھی ہے، ایک ایسی بولی بھی عملی طور پر رائج اور مقبول ہے جو کسی ایک علاقہ سے تعلق نہیں رکھتی کہ اس کا عمومی نفاذ موجب شکایت و لتوض ہوتا اور مقامی زبانوں کی ہمرشتہ اور ان سے بہت قریب بھی ہے۔ کثیر لغات و محاورات اور امثال مشترک یا مماثل ہیں۔ آئندہ یہ اشتراک اور بڑھے گا۔ جملے کی ترکیب سب زبانوں میں ایک طرح کی ہے کہ لفظ کی جگہ لفظ رکھ دیجیے

انگریزی کی طرح مبتدا اور خبر جگہ سے بے جگہ نہیں ہونے پاتے اور ترکیب الٹنے نہیں پاتی۔ اردو ہی اتنی مدت سے رابطے کا کام انجام دے رہی ہے۔ اس کا یہ منصب انگریزی کبھی بھی اختیار نہیں کر سکے گی۔ گاؤں گاؤں انگلش اسکول نہیں کھولے جاسکیں گے۔ انگریزی کو دوامی طور پہ نافذ رکھنے کا خواب وہی لوگ دیکھ سکتے ہیں جو ملکی آبادی کو دائماً ناخواندہ رکھنا چاہتے ہوں۔ انہوں نے اپنی ناعاقبت اندیشی یا زعم اور صاحبیت کی بنا پر اپنے بچوں کو اردو کی تعلیم سے بے بہرہ رکھا اور اب ان کے مستقبل کی خاطر ساری قوم کو پسماندہ رکھنا چاہتے ہیں۔ اس سلسلے میں آڑ مقامی لوگوں کو بنایا جاتا ہے جنہوں نے اردو کو اتنی اچھی طرح اپنا لیا ہے کہ اہل زبان ان پر رشک کریں۔

یہ ایک طویل جملۂ معترضہ تھا جو بے اختیار قلم سے نکلا۔ اس کتاب میں کچھ اور اشعار بھی نظر آئیں گے جو میری غزلیات کا ایک سرسری سا انتخاب ہے اور اس میں صرف مطلعے شامل کیے گئے ہیں۔ ورنہ سو اشعار کی متعینہ تعداد تک اختصار بہت مشکل تھا۔ یہ اضافہ اس لئے روا رکھا گیا کہ "نذر خسرو" بہت ہلکی نہ معلوم ہو۔ بقول داغ (بہ اندک تصرف):

سامنے ممدوح کے جو تھا میسر رکھ دیا۔

میں اپنے عزیز اور لئیق دوست ڈاکٹر وفا راشدی کا ممنون ہوں جن کی توجہ کے بغیر یہ اوراق طباعت کے لئے تیار نہ ہوتے۔ اِن کا خلوص، ان کے ادبی ذوق اور تحقیقی لگن پر مستزاد اور میرے لئے باعثِ افتخار ہے۔

۱۷-اے خیابانِ تنظیم
ڈیفنس سوسائٹی۔ کراچی ۶

شان الحق حقی

کہہ مکرنیاں

جن کی بوجھ ان کے اندر ہی آخری
مصرع میں موجود ہوتی ہے۔ ایک
شوخ سہیلی اپنی ہجولی سے ذومعنی
بات کہتی ہے جو ساجن پر بھی
چسپاں ہوتی ہے، اور کسی اور
چیز پر بھی۔

اک مہک سی دمِ تحریر کہاں سے آئی

نام میں تیرے یہ تاثیر کہاں سے آئی

چوڑا چکلا سرخ سفید
چھاتی میں ہے جس کا بھید
پا نہ[1] سکوں تو ہٹ کے جان
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی پان

٭

بانکی چھب پر جی للچائے
منہ کھولے تو رس ٹپکائے
رام کے سنگ لوں اس کا نام
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی آم

---

[1] "پا نہ سکوں" میں پان، اور رام میں آم شامل ہے۔

ایسے فرزانوں کو ہم کیا کہیں اور کیا نہ کہیں
اُس سے پھر روٹھ بھی جائیں جسے دیوانہ کہیں

آتا دیکھ کے کھائے ڈنڈے
ساتھ لئے دو دو مسٹنڈے
پردہ چھوڑیں اوٹ میں ہو لی
اے سکھی ساجن ؟ نا سکھی ڈولی

★

سونپ کے اس کو اپنا آپا
ہول اُٹھے ہیں من میں کیا کیا
ڈِھلمِل ڈگمگ اُس کے بھاؤ
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی ناؤ

ؔ بھاؤ: انداز

بھُلا دو رنج کی باتوں میں کیا ہے

اِدھر دیکھو مری آنکھوں میں کیا ہے

دونوں ہاتھ سے سر کو گھیرے
نینوں سے وہ نین ملاوے
کان چھوئے اور چومے مستک[1]
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی عینک

*

آئے کم تر سائے زیادہ
منہ دکھلایا، یہ جا وہ جا
ہو گا کون، بھگوڑا ایسا
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی پیسا

---

[1] مستک: ماتھا

تم سے الفت کے تقاضے نہ نباہے جاتے
ورنہ ہم کو بھی تمنّا تھی کہ چاہے جاتے

پھروں مجھ کو گود بٹھائے
چھوڑ چلوں تو بَل بھر لائے
سب وہ بُھلادے[1] چلّی چولھا
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی جُھولا

★

جب وہ ملاوے نین سے نین
تب سُدھ پاؤں آوے چین
ناک کان سب اُس کے بَندھک[2]
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی عینک

(۱) خالی جھولے کی رسی میں بل پڑ جاتے ہیں۔ (۲) مستک۔ماتھا۔

دیکھے کبھی نہ دنیا نے مرے دل کے شرارے
ایسے تو بہت ٹوٹتے رہتے ہیں ستارے

نا وہ چِلّائے نا گائے
جانے کیوں رہوے منہ بائے[1]
گھر کے دو اِک کام دے نمٹا
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی چِمٹا

☆

موج میں اپنی جھومے گائے
پیر پہ آکر لوٹ لگائے
بپھرے تو میں بھاگوں ڈر کر
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی ساگر

---

[1] منہ کھولے

اتنا ہی نہیں ہے کہ ترے بن نہ رہا جائے

وہ جاں پہ بنی ہے کہ بجز بن نہ رہا جائے

ٹٹوؔ دوڑاتا جب آئے
مجھ کو ساتھ بٹھا لے جائے
جھٹکے دے پر بندھن پکّا
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی یکّا

ہر دم آگا پیچھا گھیرے
گلے گلے ہوں بس میں اُس کے
گھُٹنوں گھٹنوں آئے سُترا
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی کرتا

۱ یہ ایک گھوڑے کی اونچی سی ڈگمگ کرتی اور جھٹکے کھاتی سواری اب
ناپید ہوگئی ہے۔ ۲ گلے گلے: پوری طرح؛ سُترا، چالاک آدمی۔

نغمہ یوں ساز میں تڑپا مری جاں ہو جیسے

میرا دم ہو مرے سینے کی فغاں ہو جیسے

اُوٹ بیں بھی یہ ساتھ پدھارے[1]
جب دیکھو تب ہاتھ پسارے
پانی پیوے بھر بھر پوٹا
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی لوٹا

*

پھروں ڈال رکھے گل بیّاں[2]
جیسے یہ ہی میرا سیّاں
جب دیکھو چھاتی پہ سوار
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی ہار

---

[1] پدھارے: بیٹھے [2] گل بیّاں: گلے میں باہیں۔ سیاں = شوہر

وہ مزار رکھتے ہیں کچھ تازہ فسانے اپنے
بھولتے جاتے ہیں سب درد پرانے اپنے

اُس کے سنگ چلوں میں تن کر
چھب دکھلاؤں سہاگن بن کر
ہاتھ دھرا نِت[1] ساجے سر پر
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی جھومر

*

انگلی پکڑے پہنچا جکڑے
پہنچا چھوڑ گلے تک پہنچے
کھینچے کان۔ جو نکلوں سج کر
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی زیور

---

[1] نِت: ہمیشہ۔ ساجے: سجے: جھومر کی تشبیہ ہاتھ کے ساتھ [2] پہنچا چھوڑ: پہنچے کے علاوہ

اک تمنا کہ سحر سے کہیں کھوجاتی ہے

شب کو آکر مرے آغوش میں سو جاتی ہے

آپ ہی آپ لپٹتا جائے
پچھلی باتیں رٹتا جائے
جو بولوں سو لوٹ دے نٹ کھٹ[1]
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی کیسٹ[2]

٭

پہروں بیٹھا سبھا سجائے
سانگ بھرے اور کتھا سنائے
تاکنے آئے پڑوس کی بیوی
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی ٹی وی

۱۔ نٹ کھٹ: شریر۔

۲۔ CASSETTE

ضمیرِ دہر میں کچھ بجلیاں بسا دوں گا

میں اپنے درد کو موجِ نوا بنا دوں گا

ہاتھ سے جب چھیڑا تھرّائی
پَیر سے جب دابا غُرّائی
ناپے سڑکیں اور بازار
کیا بھئی ناری؟ نا بھئی کار [۱]

★

چال دھمکتی پاؤں میں چکر [۲]
بھاگے بھاری بوجھ اٹھا کر
کتنوں ہی سے رکھے میل [۳]
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی ریل

۱ موٹر کار ۲ پاؤں میں چکر ہونا۔ بہت زیادہ چلنا نیز پہیئے کی طرف کنایہ ۳ میل میں بھی کنایہ ہے۔ ان کہ مکرنیوں میں "ساجن" کو ترک کر دیا ہے جس پر ہر تعریف چُست کی جاتی تھی۔ اے سکھی ساجن کی "تکرار" اکتاہٹ پیدا کرنے لگتی ہے۔

کس طرح لب پہ ہنسی بن کے فغاں آتی ہے

مجھ سے پوچھو مجھے پھولوں کی زباں آتی ہے

آپ ہی میں نے سر پہ چڑھایا
کانپ رہی تھی جب لپٹایا
دُور سے آیا میرے دیس
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی کھیس

٭

نیچے سے اوپر لے جائے
یونہی بیری موہے تھکائے
سانس چڑھے اور پھولے سینہ
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی زینہ

ہائے سردی کے مارے

چلے گا اب نہ جبر اے ستم، کہو کہ نہیں
کہیں گے ہم نہ جفا کو کرم، کہو کہ نہیں

روز صبح کی یہی کہانی
مانگے دودھ اور تتّا پانی
چاہ مٹے پر نیند اُڑ جائے
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی چائے

٭

اُس کے پاس میں دوڑی آؤں
باہیں ڈال لٹک بھی جاؤں
رات کو چھٹکوں پاس، اُف نا بھئی
اے سکھی ساجن، نا سکھی امری

روز صبح کی یہی کہانی
مانگے دودھ اور تتّا پانی
چاہ سے مٹے پر نیند اُڑ جائے
اے سکھی ساجن؟ نا سکھی چائے

اُس کے پاس میں دوڑی آؤں
باہیں ڈال لٹک بھی جاؤں
رات کو چھٹکوں پاس، اُف نا بھئی
اے سکھی ساجن، نا سکھی امرئی

پہیلیاں

بوجھ کے لئے دیکھئے تشریحات

محبّت خارِ دامن بن کے رسوا ہو گئی آخر
یہ اقلیمِ عزیزاں بے زلیخا ہو گئی آخر
بساطِ آرزو تصویرِ صحرا ہو گئی آخر
وہ ہنگاموں کی بستی، ہُو کی دنیا ہو گئی آخر

سیکھنے والا بولتا جائے
سکھانے والا چُپ
اُس سے میرا دھیان لڑا ہے
شور نہ کرنا ۔ چپ !

(اتا پتہ : پڑھے لکھوں کے کام کی چیز۔

(۲)

جس نے رکھ دیا سر پر ہاتھ
چپکی چل دی اُس کے ساتھ
گھومے بن کر پیر کی چیلی
اور پھر بھی کہلائے اکیلی

(اتا پتہ) برتنے کی چیز، اکثر گھر کے باہر۔

پائی نہ کوئی منزل پہنچیں نہ کہیں راہیں
بھٹکا کے رہیں مجھ کو آوارہ گزر گاہیں
آلامِ زمانہ سے چھوٹیں تو تجھے چاہیں
مصروفِ مشقت ہیں حسرت سے بھری باہیں

(۳)

صورت دیکھی یا نہیں دیکھی
مورت دیکھی بھالی
دو ڈھالیں اور دو تلواریں
بیچ میں لٹکی ایک دو نالی

اتا پتہ: حیوانوں میں۔

(۴)

وہ کوئی دریا نہ سمندر
پھر بھی لہریں سر سے اوپر
اکثر الٹی دیکھی ناؤ
بوجھ بتاؤ۔ سر نہ کھجاؤ

اتا پتہ: سب کے پاس

ہم نہ ہوئے تو اور ہی کوئی موہ کا مارا آئے گا

خاک ہوا ہے جو گلِ ارماں کل سے پھر کھل جائے گا

یونہی سحر ہو گی پھر اے دل یونہی دن ڈھل جائے گا

بھول ہے تیری وہم ہے یہ کون آیا ہے کون آئے گا

(۵)

روز ہی جھوٹی کہلائے
اور ہرگز جھوٹ نہ بولے
اس میں ایک پلیٹ ہے یارو
کوئی تو بات کو کھولے

اتا پتہ: برتتے ہیں۔

(٦)

کتنوں ہی کی گردن مار
رکھ دیا لاکر بیچ بازار
کرتے ہو کیا روپ سنگھار
بوجھو نہیں تو مانو ہار

اتا پتہ: پہننے کی چیز۔ پہیلی میں نام موجود ہے۔

گزر گئی سر سے موجِ طوفاں مگر نہ پائی نگاہِ ساحل
سفینہ گم ہو گیا تو ابھرا افق پہ خطِ سیاہِ ساحل
کرشمہ تھا موجِ بے اماں کا ملی جو ہم کو پناہ ساحل
نہ ہم نے مانگی امانِ منزل نہ ہم نے پکڑی کبھی راہ ساحل

(۷)

قد میں اونچا گھیر میں پورا
اور پھر بھی کہلائے ادھورا
اتنی بات تو میں نے کھولی
بھول گئے کیا اپنی بولی؟

اتا پتہ: نباتات میں ہے۔

(۸)

وہ تو پھر پھیلے بہت
گر کچھ توقف میں کروں
ہے روز کی گھِس گھِس یہی
جل وہ اُٹھے اُف میں کروں

اتا پتہ: عام استعمال کی چیز

انداز ہیں موسم میں مرے رنگِ غزل کے
آتی ہے تری یاد بڑے بھیس بدل کے
ہاں دورِ زمانہ کوئی پیمانہ بدل لے
اب تک مرے پہلو میں وہی درد ہیں کل کے

(۹)

اِک ہتھیار اور دو ہتیارے
یہ کہے آرے وہ کہے جارے

(اتا پتہ: کاریگروں کے کام کی چیز۔
ہتیارے = قاتل)

(۱۰)

چپکے چپکے سب کو گھورے
عیب گِنا دے سب کے پورے
جس تس سے روز آنکھ لڑائے
شرم تو اس کو آئی نہ آئے

اتا پتہ: عام استعمال کی چیز۔ نام موجود۔

یوں کہاں ہوتی ہے اک موجِ نفس میں یہ کھنک
اے خوشا حرف کہ پہنچے لبِ اعجاز تلک
بن گئی یوں ہی سخن میں تو ذرا نوک پلک
میرے لہجے میں کہاں ہے مرے سینے کی کھنک

(۱۱)

جھبرے ننھے بھولے
سر ہی مُونڈ دے۔ جو لے
سر منڈواتے ہی او لے

اتا پتہ: پھلوں میں۔

(۱۲)

پہلے کیا فرق تھا ہم میں، کیا فصل
آپ کچھ اور گئے بن در اصل

اتا پتہ ــ حیوانوں میں پہیلی میں نام موجود۔

ہم نے سینے میں رکھا غم کو دل و جاں کی طرح
پاسِ دشمن بھی کیا خاطرِ خوباں کی طرح

بزمِ دنیا ہے صنم خانۂ ویراں کی طرح
آدمی دہر میں نایاب ہے یزداں کی طرح

(۱۳)

کب رہتا ہے کھال میں اپنی
وہ بانکا البیلا
گیل میں رکھے ڈھیروں ساتھی
پکڑا جائے اکیلا

(آنا پتہ: پھلوں میں۔ نام موجود۔

(۱۴)

اک ڈالی میں ایک ہی پھل
جو نا کڑوا نا کھٹّا
جو کھالے سو کھیت رہے
ہو کیسا ہی ہٹّا کٹّا

آنا پتہ۔ عام استعمال کی چیز۔ کھیت رہے = مر جائے

وہی اک فریبِ حسرت کہ تھا بخششِ نگاراں
سو قدم قدم پہ کھایا یہ طریقِ پختہ کاراں
وہ چلے خزاں کے ڈیرے کہ ہے آمدِ بہاراں
شبِ غم کے رہ نشینو! کہو اب صلاحِ یاراں

(۱۵)

ایک ہی کف میں دو شمشیریں
دیکھئے کیا کیا کاٹیں چیریں

آنا پتہ۔ عام استعمال کی چیز

(۱۶)

وہ تو میرا پہنچا پکڑے
اب میں کروں کیا پردہ پوشی
آدھی رات کو چلتے چلتے
جوڑے ہاتھ کرے سرگوشی

آتا پتہ: عام استعمال کی چیز۔

ہمیں سے اِس قدر رنجش ہمیں سے سرگراں ایسے
کبھی تم مہرباں ایسے کبھی نامہرباں ایسے

لُٹا کر اِک نشیمن ہم نہیں کچھ نوحہ خواں ایسے
سلامت ذوقِ بربادی ہزاروں آشیاں ایسے

(۱۷)

پکڑے اس کا ایک ہی کان

اس کے لب چُومیں انسان

(اتا پتہ: عام استعمال کی چیز۔

(۱۸)

اُس تک یا اس پاس جو آئے

اُس پر جادو سا چل جائے

بے بس گم سُم کان دبائے

سر ٹیکے بے سُدھ ہو جائے

اتا پتہ: عام استعمال کی چیز پہیلی میں نام موجود۔

یوں خرابِ راہِ حرم سہی رہیں بتکدے میں ہرے بھرے
وہ چراغِ خانۂ دلبری وہ صنم منوہرے سانورے
یہ دعا ہے ترکِ وفا پہ بھی کہ نہ بھول جاؤ خدا کرے
یہی وقت ہے کہ دوا کرو ابھی زخمِ دل کے ہیں سب ہرے

(۱۹)

رحمت. تجھ پر شوق کے پورے
وہ چِت لیٹے اور تو گھورے

اتاپتہ: پڑھے لکھوں کے کام کی چیز۔

(۲۰)

کھیر کھلائے بڑی اور منجھلی
منہ موڑے چھوٹی اور سنجھلی

اتاپتہ: سب کے پاس۔

بکھر جائے گی شام آہستہ بولو

تڑخ جائیں گے جام آہستہ بولو

نکل جاتا ہے نام آہستہ بولو

زباں آئے نہ کام آہستہ بولو

(۲۱)

اک مینا اور نو دس پیوٹ
مینا کی بھی تہہ ہیں تلچھٹ
کس کو کھلے گا ان کا پینا
ان کو ہے آخر کے دن جینا

اتا پتہ : آرائش کی چیز۔

(۲۲)

لنگڑا اچھلے فرش پہ ٹاپے
چھوڑتا جائے پاؤں کے چھاپے
دم دم جا کے پیوے پانی
ہو گئی پر یہ بات پرانی

اتا پتہ: پڑھے لکھوں کے کام کی چیز۔

ہم نے یہ درس پایا ہے دے کے زندگی سے
افسانہ آدمی کا سچّا ہے آدمی سے

دل کے تو تا ابد تھے پیمانِ زندگی سے
ٹوٹے ہوئے ہیں خنجر دستِ قضا ابھی سے

(۲۳)

وہ رکھوالی کرنے والا
اُس کی نار کا ہیں رکھوالا

اتا پتہ: عام استعمال کی چیز۔

(۲۴)

پہلے تو سر پر چڑھ آیا
لمبی سی بارات لے آیا
اور پھر یہ اندھیر مچایا
پہلی رات کو منہ نہ دکھایا

(اتا پتہ: مظاہر فطرت میں ہے۔

اے راحتِ شبانہ دامن نہ کھینچ میرا
دو گام کے سفر میں کیا شام کیا سویرا
کیا فائدہ جو ڈالا طوفاں کے رُخ پہ ڈیرا
شاخوں سے در گزر کر سینوں میں کر بسیرا

(۲۵)

اُڑتی ہے یوں ہی بے پر کی
کبھی اِدھر کی کبھی اُدھر کی
اس سے ہی تو ناک میں دم
کھانے کو بھی شہر میں کم

اتا پتہ : مظاہر قدرت میں ہے -

(۲۶)

ایک ہی روپ اور ایک ہی گات
جب دیکھو تب دونوں ساتھ
تھیں تو دونوں ایک سی تب بھی
غور کیا تو ایک تھی کبھی

اتا پتہ : عام استعمال کی چیز

اثر نہ ہو تو اسی نطقِ بے اثر سے کہہ
چھپا نہ دردِ محبت جہان بھر سے کہہ
جو کہہ چکا ہے تو اندازِ تازہ تر سے کہہ
خبر کی بات ہر اک گوشِ بے خبر سے کہہ

(۲۷)

اک پھندے میں نو دس پنچھی
لٹکی ڈور گلے میں ڈھیلی
ہاں ہاں اس میں ہے اِک چکّر
بوجھو، مت رہ جاؤ اٹک کر

اتا پتہ: ذاتی آرائش کی چیز۔

(۲۸)

دیکھی اک بنگال میں ندّی
بل کھاتی لمبی لہکاری
لہریں اس کی آئیں کمر تک
اور گھٹیں تو کان اور سر تک

اتا پتہ: زیادہ تر عورتوں کے پاس۔

دنیا ہی کی راہ پہ آخر رفتہ رفتہ آنا ہوگا
درد بھی دے گا ساتھ کہاں تک بے دل ہی بن جانا ہوگا
حیرت کیا ہے ہم سے بڑھ کر کون بھلا بیگانہ ہوگا
خود اپنے کو بھول چکے ہیں تم نے کیا پہچانا ہوگا
دل کا ٹھکانا ڈھونڈ لیا ہے اور کہاں اب جانا ہوگا
ہم ہوں گے اور وحشت ہوگی اور یہی ویرانہ ہوگا

(۲۹)

فرغل اوڑھے تپ کی ماری
کانپتی، کپ کپ، آئی بچاری

آنا پتہ: اِستعمال کی چیز۔

(۳۰)

گھر گھر گھومے اِک مغلانی
سب کے کاج بنائے
سوئی تو آپ پرو نہیں سکتی
پر پُھرتی دکھلائے

آنا پتہ: عام استعمال کی چیز۔ مغلانی: کپڑے سینے والی آزاد پیشہ عورت۔

بے خبر ہے دلوں سے دورِ زماں
ساز ٹوٹے ہیں، رقص ہے کہرواں
یہ شبِ مہ یہ بزمِ ماہ وشاں
اے مرے شاہدِ خیال، کہاں؟
حسن ہے دشت و در میں جلوہ کناں
عشق کن خلوتوں میں ہے پنہاں

(۳۱)

ہو گیا وہ تو ختم گھُل گھُل کر
پر گیا تو کسی کا روپ نکھر کر
رہ گیا، تھا جو فی المثَل پتھّر
اُس کے ہاتھوں میں موم سا بن کر

اتا پتہ: عام استعمال میں پہیلی میں نام چھپا ہے۔

(۳۲)

چلے گی اگر وہ تو انگلی پکڑ کر
چھڑا لو جو انگلی تو رہ جائے اڑ کر
سہارے بِنا اس کو دوبھر ہے چلنا
مگر چال ایسی کہ بچنا سنبھلنا

اتا پتہ: عام استعمال کی چیز

حُسن کے بس میں محبّت کا مداوا ہی نہیں
آرزو وہ زخم ہے دل کا کہ بھرتا ہی نہیں
کچھ ترے شوقِ ستم کا راز کھلتا ہی نہیں
آنکھ نے جو کچھ دکھایا دل نے مانا ہی نہیں

(۳۳)

دم میں پورب دم میں پچھم
دم میں اوپر دم میں نیچے
مجھ کو اس کی یاد آئی ہے
جیسے کوئی کلیجا کھینچے

داتا پتہ: تفریح کی چیز۔

(۳۴)

گرچہ مجنوں کی مرے ہاڑ پہ پھبتی کسیے
لاغری مانع رفتار نہیں مت ہنسیے
ہاتھ جکڑو تو رواں پیر پکڑ لو تو رواں
ایک چکر ہے مرے پاؤں میں زنجیر کہاں

اتا پتہ: گھر سے باہر استعمال کی چیز

خیال میں ہوں شبِ غم کو یوں سجائے ہوئے
کہ جیسے تم ہو مرے غمکدے میں آئے ہوئے
وہ خود ہی پھرتے ہیں منزل سے منہ چھپائے ہوئے
جو تھے مسیح و خضر کا نصیب پائے ہوئے

(۳۵)

چال چلن کی ایسی نیک
رکھتی ہے بس ساجن ایک
ساجن اس کا پہرے دار
وہ نر اور یہ اس کی نار

اتا پتہ: عام استعمال کی چیز۔

(۳۶)

جنگل میں ناگن لہرائے
ڈستی نہیں سموچا کھائے
چلتے چلتے جب بھی ٹھہرے
کچھ کو اُگلے کچھ کو نگلے

اتا پتہ: آدمی کی بنائی چلنے والی چیز۔

دیکھے تو میرے شوق کا یہ پختہ پن کوئی
لگتا نہیں کہ اب بھی ہے دل میں لگن کوئی
اس اہتمام سے بھی سجا ہے چمن کوئی
گُل آفریں کوئی ہے تو گُل پیرہن کوئی

(۳۷)

اُنگل بھر کا اک ہتھیار

تیغ سے بڑھ کر جس کی مار

پکڑو نہیں تو آئے عار

پکڑو تو یاروں کا یار

اتا پتہ: پڑھے لکھوں کے کام کی چیز۔

(۳۸)

جتنے بھی دعوت میں آئے

سب کے سب ہی پیٹ بھرے تھے

سبزی قیمہ آلو ٹھونسے

لو اِک نام آساں سا مُنہ سے

اتا پتہ: کھانے میں ہے۔

نصیبِ عشق غمِ دل ہو یا غمِ عالم
مرادِ عشق غمِ جاوداں ہے بیش نہ کم
نہ پوچھ کشمکشِ ہست و بود کا عالم
صنم تراش کے ہاتھوں سے کانپتے ہیں صنم

(۳۹)

دق ہوئے بن کیا کام پر لگے
بوجھ بتاؤ کبھی نام پہ لگے

اتا پتہ: باورچی خانے میں۔

(۴۰)

وہ دُبلا سا پتلا سا بالشت بھر کا
جھکائے ہوئے سر کو چپکے سے سرکا

اتا پتہ: پڑھے لکھوں کے کام کی چیز۔

واے حسرت رہ گیا خوں ہو کے دل، بے چارہ دل

اے وہ میرا شوخ دل، دیوانہ دل، آوارہ دل

مانگتا ہے پھر کس کا عشوۂ عیّارہ دل

ذوقِ خواری لا کہیں سے ڈھونڈ کر دوبارہ دل

(۸۱)

اک پُھر سے اُڑے اک پھق سے اڑے
اِک بولے اِک منہ بند رکھے
اِک نام کے یہ ہوتے ہیں دو
کیا نام ہے ان کا گیان کرو

اتا پتہ: پہیلی میں نام موجود ہے۔

(۸۲)

ہے ہے کیوں توڑا اب جوڑو
آؤ نپوتو، آؤ نگوڑو!
ٹوٹے ہوؤں کو جوڑ کے رکھ دو
دھیان کرو کبھی پھوڑ کے رکھ دو

اتا پتہ: گھریلو آرائش کی چیز۔

من کی جوتیں تھیں کہ من تک آئیاں
صورتیں کچھ بھی نہیں، پرچھائیاں
ایک دن آنکھیں نہ ملنے پائیاں
ہاں یونہی ہوتی ہیں دل افزائیاں

۴۳

کیوں کہوں اُس کو اَدھورا ہیں
بول نہ بولوں کڑوا ہیں
اور تو کچھ نہیں کہتا ہیں
اُلٹا وہ ہے سیدھا ہیں

اتا پتہ: نباتات ہیں۔

(۴۴)

داب کے رکھے اس کو جو لے
کان مروڑے بِن نہیں کھولے

اتا پتہ: عام استعمال کی چیز۔

ذوقِ راحت جن کو حاصل ہو اُنہیں حاصل سہی
ہے یہی منزل تو ہم گُم کردۂ منزل سہی
جَورِ دشمن میں عتابِ دوست بھی شامل سہی
سہل ہی کس پر تھا جینا، اَور بھی مشکل سہی

(۴۵)

مرے ہاتھوں میں دونوں ہاتھ اُس کے

مرے پیروں میں دونوں پیر جوڑے

یہ صورت ہو تو پھر کیونکر پڑے کل

مجھے تو کل نہیں، ہو گی اُسے کل

آنا پتہ: پہیلی میں نام کا اشارہ موجود ہے۔

(۴۶)

ایک ہی ماں کی گھر بھر بیٹیاں

ایک ہی سیدھ میں چُپ چُپ لیٹیاں

باہر نکلیں ایک اک کر کے

منہ سے نہ بولیں کھیلیں سر[۱] سے

آنا پتہ: عام استعمال کی چیز ہے[۱]

[۱] جھومنا

دل اس کا مرے پیار سے گھبرا کے نہ رہ جائے
دُور آتشِ دل پھول ہے، کُملا کے نہ رہ جائے

تجھے اے دشمنِ ایماں کہیں کیا کس قدر چاہا
کہ پتھر جان کر پوجا، ستمگر مان کر چاہا

(۴۷)

وہ اِک سبز چھتری وہ اونچی مچان

وہ عورت کے پہلو میں اک پہلوان

آتا پتہ : بناتات میں ہے، پیڑ اور پھل۔

(۴۸)

آنکھ اٹھاؤ دیکھو اوپر

اک پنچھی کے تین ہیں شہپر

آتا پتہ : عام استعمال کی چیز

(۴۹)

لٹکے لاکھ ہوں سر پر آرے

چین سے سو جا پاؤں پسارے

آتا پتہ : بناتات میں۔

دل اور ہی بندھن میں، وہ عہدِ وفا چاہے
پہلو جو بچالوں تو دامن نہ بچا چاہے

ہستی میں حقیقت کا کیا کھوج لگا چاہے
کچھ دیر میں ہستی خود افسانہ ہوا چاہے

(۵۰)

یہ پھل ہے صبر کا کہ ہیں زخم اِندمال پر
نیرنگِ آسماں سے ہیں اور رنگ الٹ پلٹ

اتا پتہ: پھلوں میں ہے۔ نام کا اشارہ موجود۔

(۵۱)

گیا پانی پہ جب اک جال پھر چھا
نکل پانی سے آیا شیر تیر چھا

اتا پتہ: پھلوں میں ہے۔

(۵۲)

کہا اِس کو بھی سا ہی دال والو
نیا اک نام دو، بولے کہ کس کو

اتا پتہ: پھلوں میں ہے۔

سونی کالی رات ہے جی پر بھاری سی
آؤ تم سے بات کہیں اِک پیاری سی

بھیگی بھیگی روشن روشن ہے یہ رات ہماری
بیت نہ جائے دیکھو سن لو سن لو بات ہماری

(۵۳)

چھکلے سے چلی تو جوڑے تال میں ڈوبی جا کے شفتل

اتے سپتے کو گول کرو، لو سیدھا نام مکمل

آنا پتہ: کھانے میں ہے یہیلی میں نام کا

اشارہ موجود ہے۔

(۵۴)

ناڑا کھول کے اندر جھانکوں

پھر میں چاہے زہر ہی پھانکوں

آنا پتہ: استعمال کی چیز۔ جو بعض لوگ اب بھی ساتھ

رکھتے ہیں۔

دلوں میں جو چھپی ہے یاس دیکھو
اور اس پر گرمیٔ انفاس دیکھو

اربابِ زمانہ میں بارے اتنی تو مروت باقی ہے
مقصودِ نظر محدود سہی اندازِ کلام آفاقی ہے

(۵۵)

بیٹھو سائیں ٹیک لگا کر
بھیجیں گے تفریح کرا کر
حکم کرو تو پان بھی ہوگا
پھولوں کا گلدان بھی ہوگا

آنا پتہ ۔ تفریح کی چیز۔

(۵۶)

کہنے کو تو دو ہمسائیاں تیور ایسے تیکھے
جی چاہے تو روز لڑیں پر ایک کو ایک نہ دیکھے
ساتھ رہیں اور ساتھ ہی گھومیں پر آپس میں پردہ
کیا سمجھے نابینا ہوں گی؟ نوج خدا نا کردہ

آنا پتہ: سب کے پاس

اہلِ ہمّت کے لیے کام بہت ملتے ہیں
کام کے ساتھ مگر نام بہت ملتے ہیں

اے شعلۂ ہمّت یہ جو خاشاک پڑا ہے
کچھ کام ضرور اِس کے مقدّر میں لکھا ہے

(۵۷)

آنکھ سے اوجھل اِس عالم میں ہے اک ایسا بن دریافت
جس میں لاکھوں پھول اور پودے ہیں سرو و سمن درّیات

آتا پتہ: مظاہر قدرت میں ہے نام موجود

(۵۸)

بیسی نین سے کچھ کم پتّے
درجن بھر سے بڑھتی پھول
کالو ٹیسو، اُتنے کے اُتنے
لیکن بات بڑی معقول

آتا پتہ: تفریح کی چیز

گاہے گاہے نفسِ شوق غزل خواں بھی رہا ہے
راحتِ دل بھی بنے دوست پہ قرباں بھی رہا ہے

خدا رکھے چراغِ محفلِ رندانہ روشن ہے
ابھی ہم دل جلوں کے ہاتھ میں پیمانہ روشن ہے

(۵۹)

ایک ہی جیسے دو دیوے
اور دونوں کی لَو نیچے
سن لی بات تو بُوجھ بتاؤ
مت بیٹھو لب بھینچے

اتا پتہ: سب کے پاس۔

(۶۰)

قد کی ٹھگنی آنکھ کی کانی
اس پر کیا کیا فیل مچائے
جہاں تہاں لے جائے مجھے
اور رستے بھر ترّائے

اتا پتہ: گھر کے باہر استعمال کی چیز۔ فیل مچانا = ہنگامہ کرنا۔

بس اب آتا ہے موسم رنگ و بو کا

پڑا تو خاک پر چھینٹا لہو کا

سایۂ دار میں آرام سے بیٹھا جائے

آؤ جب تک کہ کوئی نام پکارا جائے

(۶۱)

وہ جو گواہی دینے اُٹھے
اس کی تو کوئی بات نہ پوچھے
وہ جو رہ جائیں منہ پھیرے
اُن کے لئے تحفے بہیترے

آنا پتہ۔ سب کے پاس۔

(۶۲)

کالے پربت سے اک ندّی
اتری لہراتی بل کھاتی
لہریں لے اور نام پہاڑ
بھیّا تاڑ سکے تو تاڑ

آنا پتہ: زیادہ تر عورتوں کے پاس ہے۔

سو حسرتوں کو دل سے مٹانا ابھی تو ہے
تکمیلِ آرزو میں زمانہ ابھی تو ہے

ہر اک ادا سے نظر اُس کی دل لبھا کے رہے
ہو بے خبر بھی تو پہلو کو گدگدا کے رہے

(۶۳)

پتلے سے لب نازک بدن
دیکھت ہی میں بھاری سی ہے
اب اور کیا دوں میں پتہ
بس کہہ دیا پیاری سی ہے

آنا پتہ: ایک برتن۔ نام کا اشارہ موجود۔

(۶۴)

جو حاصل میں مقسوم تھا میرا تیرا
تو صورت یہ اس کی کہ پیسا بکھیرا

تا پتہ: تفریح کی چیز۔

بات کیسی بس اس قدر ہے کہ ہاں
محرمانہ سی اِک نظر ہے کہ، ہاں

راہ بتلانے والوں کو نیند آگئی
تھک گئے خستہ حالوں کو نیند آگئی

(۶۵)

لاکھ وہ گھڑ کر بن کر آئے
میرے قلم کی بات نہ پائے
میرا لکھا پتھر کی لکیر
اُس کا لکھا یوں مٹ جائے

آتا پتہ: پڑھے لکھوں کے کام کی چیز۔

(۶۶)

خوشخط لکھنا اِس سے مشکل
اور ہیں لکھنے والے
اِس کا کام تو ہے بس چلنا
ہاں اِس نے خط ڈالے

آتا پتہ: پڑھے لکھوں کے کام کی چیز۔

اگرچہ ہے ہمیں اپنے ہر اک بیاں سے گریز
کروگے قول سے نظروں کے کس زباں سے گریز

یہ بھی تھی حسرتِ نمو کی جسکی
بجھ رہی ہے سُلگ سُلگ کے کلی

(۶۷)

وہ تو بیٹھی سرمہ کھائے
بات تو اس سے کیا بن آئے
چپکی بے بس سر کو جھکائے
جو چاہو سو لکھتی جائے

آنا پتہ: عام استعمال کی چیز۔

(۶۸)

دُبلی پتلی گِھسی گِھسائی
اس سے کیا کوئی کام بن آئے
کرنا ہو گٹھ جوڑ جو مجھ سے
پہلے اپنا منہ بنوائے
آنا پتہ: عام استعمال کی چیز۔

محبّت کے بندھن یہ کچّے سے دھاگے
بڑا دم بڑا زور رکھتے تھے آگے

(۶۹)

دو بہنیں اِک گول مٹول سی اِک لمبی اور گوری
اِس میں تو نرمی ہی پانی اُس میں شورا شوری
ہاں ہاں آپ بڑے بجھوّیا پھر کیوں سٹّی بھولی
تھوڑا سا گر دھیان کرو تو بات بہت معمولی

اتا پتہ: کھانے میں ہے۔ نام موجود

(۷۰)

آدھی رات کو آیا بڈھا اگلی رات سدھارا
کے دن میں اب آئے گا بولو تم جیتے میں ہارا

اتا پتہ: ایک تصور جس سے دنیا کے کام چلتے ہیں۔

یوں تو ہر سمت سے اٹھتی ہیں بڑی آوازیں
نہ کوئی چوٹ نہ جھنکار، نری آوازیں

(۷۱)

دن فرمائیں آپ تو دن ہے رات کہیں تو رات
یوں بھی سچّی یوں بھی سچّی آپ کے منہ کی بات

آتا پتہ: خیال سے تعلق۔

(۷۲)

جو کھائے گا، پچھتائے گا حکم تو ہے یہی آیا
جس نے یہ نہیں کھایا سچ مچ اُس نے کچھ نہیں کھایا

آتا پتہ: افعال و اعمال میں ہے۔

(۷۳)

اک چوٹی پر بارہ شیر
پھول نہ پات اور شاخیں ڈھیر۔

آتا پتہ: حیوانات میں۔

چمن ہے چاندنی ہے ہم نفس بھی
ہوا میں گھول دو نغموں کا رس بھی

(۷۴)

تھریں اور چھد بیٹ میں

یا ساہوکار کے پیٹ میں

اتاپتہ: حیوانات میں پہیلی میں نام کا اشارہ موجود ہے۔

(۷۵)

لاکھ جتا ئے خیر سگالی

پاس آئے تو دوں میں گالی

اُس سے آنکھ ملاؤں خاک

جب ہوں ایسی دہشتناک

اتاپتہ: حیوانات میں۔ نام موجود

ہیں سراپردۂ ناموس میں درزیں کتنی

پوچھئے مت کہ گنہگار ہیں آنکھیں کتنی

(۷۶)

وہ تو ظالم ہوئی رفوچکّر
خون کی تہمت لگا کے بعضوں پر
بلکہ مٹّی بھی بعض کی بھردی
میں نے لو شرحِ نام بھی کردی

اتا پتہ: نباتات میں سے ہے۔ نام موجود

(۷۷)

کچّی کلی اک، جانگھیے ساتھ
کھولے ہونٹ گلابی سا
کیا سمجھے، سردارن ہوگی؟
نام تو کچھ پنجابی سا

اتا پتہ: نباتات میں سے ہے۔

نظر چرا گئے اظہارِ مدعا سے مرے
تمام حرف جو لگتے تھے آشنا سے مرے

۷۸

ے بازار سے گھر میں ڈالی
وہ بھی کہلائے گھروالی

اتا پتہ: برتنے میں

۷۹

سوچیں آپ لگا کر ٹیک
چوپایوں میں یہ بھی ایک

اتا پتہ: خانگی سامان میں

۸۰

عبث کون اس کے آگے دھُن بجائے
وہ گانا سننے والی ہے نہ گائے
نہ پوچھو کس کی ہے وہ اور کہاں کی
کسی کی ہو نہیں اللہ میاں کی

اتا پتہ: چوپایوں میں

وہ جب بہتے ہوئے لمحوں میں نغمہ گھولنے لگتا
فضا سرشار ہو جاتی چمن پر تولنے لگتا

(۸۱)

سسم جو وہ دیتا تھا چنانچہ
مارے منہ پر خوب طمانچے

آتا پتہ : فن کاروں کے کام کی چیز

(۸۲)

نام کو دو ارا کھو لنے والی
بیچ سبھا پٹ جائے بچاری
کوئی گرجے کوئی گائے
اور یہ جب تب ہٹتی جائے

آتا پتہ : ایک طریق اظہار

(۸۳)

میں تو ہوئی پیر یہ رہی صغیر
میری ہی ہمسن کہلائے مگر کم سن

آتا پتہ : ایک زیور

دیکھی توفیق غمگساروں کی
خوش رہیں، خیر میرے پیاروں کی

(۸۴)

در پہ لگے تو دکھائی پڑے
منہ پہ لگے تو سجھائی نہ دے
دم سادھے کیوں بیٹھو یارو
ہمت ہو تو کھول اتارو

آنا پتہ : حفاظت کی چیز

(۸۵)

کھانے کی تو چیز نہیں ہے، کچھ کہتے ہیں چبائی
سینت کے رکھنا کام کی شے ہے گم مت کرنا بھائی

آنا پتہ : حفاظت کے کام کی۔

مانا کہ اک غبار سا پیش نظر تو ہے
اس کا گلہ سحر سے نہ کیجے، سحر تو ہے

(۸۶)

نعمت جو پائی اس میں تھی پوشیدہ کوفت بھی
ہے یاں مگر سفیدی سیاہی ملی جلی
غم کے سوا بھی کچھ تھا نہ کہیے کہ غم ہی تھا
شب کے سوا بھی کچھ تھا نہ کہیے کہ شب ہی تھی

اتا پتہ : ایک لذیذ کھانے کا نام

(۸۷)

گرمیوں میں اِدھر اُدھر، جاڑوں میں پہاڑ پر
اوڑھے لپیٹے
خود کو سمیٹے
ذرا باہر آئی اور پسینے میں نہائی

اتا پتہ: کھانے میں بھی پینے میں بھی۔

ڈر جاؤ گے بشر کا جو چہرہ دکھائی دے
اچھّا اُسی کو جانو جو اچھا دکھائی دے

(۸۸)

سیر کسی کو دینا ہو تو یہ لادے دو سیر
یہ نہ کرے تو نیائے کے بدلے لوگ کہیں اندھیر
اپنا بھی اور دوسرے کا بھی بوجھ ہے اس پر دونا
چاہو تو انصاف کرے گی، بس پلّہ مت چھونا

آتا پتہ: برتنے کی چیز

(۸۹)

اک نٹ بیچ ادھر میں لٹکا نام کی اس کے یہ تعبیر
بَٹیا سے جوں پاؤں الگ یا جوں عاشق کے دل میں تیر
ہندسوں کے چکر میں ہو یا لو ابجد سے کام
ساری رقمیں جوڑ چکو تو پاؤ اور اک نام

آتا پتہ: برتنے کی عام شے

(بَٹیا = پگ ڈنڈی)

مہکی ہے معطّر ہے فضا اُس کے لبوں سے
حسنِ سخن اور نامِ خدا اُس کے لبوں سے!

(۹۰)

فتحیاب؟ جی نہیں، فتح کُن؟ جی ضرور
کارداں؟ جی نہیں کارکن؟ جی ضرور

آتا پتہ : نام موجود

(۹۱)

پوسا نہ پالا، بن گئی خالہ
خالہ بھانجے کو کھلاؤ۔ بولی ہوش میں آؤ

آتا پتہ : ایک حیوان

پھینک اِسے کیا تیرے دامن میں ہے

حاصلِ ہستی تو فقط من میں ہے

(۹۲)

نام تو ایک ہی دونوں کا ہے دونوں الگ ہیں کیجیے غور
باہر گونجنے والی اور ہے اندر گھومنے والی اور
اک وہ جو ہاتھوں سے نکلے اور پھر ہاتھ نہ آئے
دوسری ایسا کام کرے جو اور نہ کرنے پائے

اتا پتہ: حفاظت کے لئے کار آمد چیز

(۹۳)

اک قلعے میں ایک سپاہی پورا نہیں سمائے
سر کبھی باہر پاؤں کبھی باہر دھڑ اندر رہ جائے

اتا پتہ: ایک لباس

کرتے رہے ہم ان سے اِدھر کی اُدھر کی بات

لب تک نہ آئی اپنے ہی دردِ جگر کی بات

(۹۴)

ایک ہاتھ سے دانہ ڈالوں دوسرے ہاتھ سے پکڑوں
میرے ہلائے وہ نہ ہلے پر ہیں بھی چکّر دوں
سنگ سنگ نہ گھوموں اس کے، کھونٹے باندھ رکھوں

اتا پتہ: گھریلو استعمال کی چیز خصوصاً دیہات میں۔

(۹۵)

ہاں وہ اوندھا اُوبڑ کھابڑ
بالکل پھونس اور پیٹھ میں کُوبڑ
میں تو واری اس کی چھب پر
جس کا سایہ مجھ پر سب پر

اتا پتہ: نام کا اشارہ موجود (اوبڑ کھابڑ سے بے ڈھنگا)

بات عنوانِ وفا تک کیا گئی

خود بخود اُن کی نظر شرما گئی

(۹۶)

دہقان سے رچائے بیار شاہ سے کہے خبردار!

یہ اس کے ساتھ رہے وہ اس سے بچتا پھرے

اتا پتہ : زمین پر بھی زبان پر بھی

(۹۷)

ایک میدان میں لڑتے دیکھے لکڑی باز کرارے

پلکیں جھپکیں بکھر جائیں پر ایک کو ایک نہ مارے

بال نہ بیکا ہونے دیں پر تیز تمتاز بلا کی

لڑنے والے اِتنے گنے اور جان لڑی صدہا کی

اتا پتہ : تفریحات میں ہے نام موجود

کرم آمیز ہوتی ہے ستم کی ہر ادا کیسی
وہی اک چشمِ غارت گر بنی ہے دل فزا کیسی

(۹۸)

بے دیوار کا اک دروازہ جس پر ہر کوئی دھاوے
ہر دم اک ریلا سا آوے، ہر دم لوٹ کے جاوے
دیکھنے میں چوکھونٹا پر چوکھونٹا نہیں کہاوے

اتا پتہ: تفریحات سے تعلق (دھاوے = حملہ کرے، کہاوے = کہلاوے)

۹۹

ڈبکی کھا کر آئی نکل
دیکھ کے نیت جائے پھسل
دیکھنے میں تو پھول نہ پھل
کہنے کو اک پھول اک پھل

اتا پتہ: ایک مٹھائی۔

۱۰۰

نیچا دامن اور بے چولی
اغل بغل لٹکائے جھولی
دیکھنے میں وہی وضع پرانی
اور سننے میں باگھ کی وانی

آنا پتہ: ایک لباس، وانی = بولی

۱۰۱

بھائی کے آگے روٹی
یا پونی یا موٹی
آخر کو رکھئے اوّل
اور کیجئے سر پھٹّول

آنا پتہ: ایک میوہ

تشریحات

پہیلیوں کی بوجھ اور اس کی وضاحت

سلسلہ وار حسبِ شمار

(۱) کتاب ۔ کوئی پڑھ رہا ہو تو شور نہیں کرتے ۔

(۲) چھڑی، جس کے ایک معنیٰ "کیلی" کے بھی ہیں اور بوڑھے زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ اس لئے "پیر کی چیلی"

(۳) ہاتھی، جسے اکثر لوگ نہیں دیکھتے لیکن اس کی شبیہ اکثر دکھائی دیتی ہے۔ دو ڈھالیں کان ڈھال کے جو مشابہ ہوتے ہیں تلواریں دانت

دو نالی تلفظ (دنالی) سونڈ۔

(۴) سر، بال، ٹوپی (ناؤ کی طرح الٹی)

(۵) پلیٹ۔ "پلیٹ" میں نام کا اشارہ تھا۔ بغیر دھلی پلیٹ جھوٹی کہلاتی ہے۔

(۶) ہار۔ پہیلی میں موجود ہے۔

(۷) نیم۔ آدھا کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جیسے نیم حکیم۔ "اپنی بولی" میں نبولی بھی موجود ہے۔

(۸) دیا سلائی۔ جلدی نہ بجھاؤ تو پھیلے۔ "اُف" بجھانے کے لئے کی جاتی ہے۔

(۹) آرا اور آرا کش۔ دو آرا کش اِدھر اُدھر بیٹھ کر لکڑی کا لٹھا چیرتے ہیں۔

(۱۰) آئینہ۔ نام پہیلی میں موجود ہے۔

(۱۱) کسیرو۔ چھوٹا سا پھل جس پر بال سے ہوتے ہیں اور چھیلنے

پر اولا سا نکل آتا ہے۔

(۱۲) بندر۔ "کچھ اور گئے بن دراصل" میں نام پوشیدہ ہے۔

(۱۳) کیلا پہیلی میں نام موجود ہے۔ کیلوں کے خوشے کو "گیل" کہتے

ہیں۔ اور گیل میں رکھنا کے معنی ساتھ رکھنے کے بھی ہیں (دیہاتی

بولی)۔

(۱۴) چاقو جس کے دستے میں اس کا "پھل" لگا ہوتا ہے۔

(۱۵) قینچی، جس کی شکل دو جڑی ہوئی تلواروں کی سی ہوتی ہے۔

(۱۶) کلائی کی گھڑی۔ رات کو بارہ بجے دونوں سوئیاں مل جاتی ہیں۔

گھڑی کی آواز صرف کان میں سنی جا سکتی ہے (سرگوشی)۔

(۱۷) پیالی۔ اس کے کنڈے کو کان سے تشبیہ دی ہے۔

(۱۸) تکیہ۔ پہلے مصرعے کے پہلے الفاظ میں نام پوشیدہ ہے۔

(۱۹) کتاب۔ "رحمت بجھیر" تحسین کے لئے آتا ہے اور حیرت
کے لئے بھی۔

(۲۰) انگلیاں چمچے کے بغیر کھیر کھانے میں زیچ کی اور کلمے کی انگلی
ہی کام آتی ہے دوسری دو مڑی رہتی ہیں۔

(۲۱) گلدان۔ بیوٹ پھول ہوئے۔ مینا گلدان۔

(۲۲) قلم۔ چلتا ہے مگر ایک ٹانگ سے اور کاغذ پر نشان چھوڑتا
جاتا ہے۔ پانی پینے سے مراد سیاہی کا ڈوبا لینا۔ مگر اب اور
طرح کے قلم نکل آئے ہیں۔ وہ بات "پرانی" ہوگئی۔

(۲۳) قفل۔ اس کی "نار" کنجی جس کی رکھوالی ضروری ہے۔

(۲۴) چاند۔ بارات ستارے ہوئے پہلی رات کو چاند غائب
ہو جاتا ہے۔

(۲۵) ہوا۔ ناک میں دم لفظی معنی میں ہوا ہی سے ہوتا ہے۔ سماں

یہ باندھا گیا ہے کہ گویا شہر میں ایک تو افواہیں بہت اڑتی ہیں دوسرے ہوا کھانے کو نہیں ملتی، مگر دوہرے معنی نکلتے ہیں۔

(۲۶) جوتی کی جوڑی۔ کبھی الٹے پاؤں کی جوتی ہوئی ویسے شکل میں دونوں ایک جیسی۔

(۲۷) پھولوں کا ہار۔ "چکر" میں اشارہ ہے کہ ہار کے بھی دونوں سرے بندھے ہوتے ہیں۔

(۲۸) چوٹی۔ بنگال کے لمبے اور گھنے بال مشہور ہیں۔

(۲۹) چائے دانی، چائے پوچی اوڑھے ہوئے فرغل: روئی کا دگلا۔

(۳۰) سلائی کی مشین۔ "گھر گھر" مشین کی آواز۔

(۳۱) صابن۔ آخری مصرعے میں نام کا اشارہ موجود ہے (موم سا بن کر)۔

(۳۲) قینچی۔ خطرناک سمجھی جاتی ہے۔ بچوں کے ہاتھ سے لے لیتے ہیں۔

(۳۳) ہنڈولا۔ جو بیٹھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اوپر سے نیچے
آتے وقت کیا محسوس ہوتا ہے۔

(۳۴) بائیسکل۔ ہاڑ، ڈھانچہ۔ آخری مصرعہ میں غالب کے
مصرعے سے استفادہ کیا ہے:

"ایک چکر ہے مرے پاؤں میں زنجیر نہیں"

(۳۵) کنجی۔ ہر کنجی اپنے ہی قفل کے لئے مخصوص ہوتی ہے
(رکھتی ہے بس ساجن ایک)۔

(۳۶) ریل گاڑی۔ اگلے نگلے = مسافر اتارے بٹھائے۔

(۳۷) قلم۔ خطرناک ہتھیار بھی ہوسکتا ہے۔ بہترین دوست بھی۔

(۳۸) سموسے۔ جن کی ایک قسم "شکم پور" بھی کہلاتی ہے۔

بٹہ: سل پر چلتا ہے تمام پر لگتا ہے۔ سل دق کی ایک قسم بھی ہے۔

(۴۰) قلم۔ چلتے وقت سر جھکا ہوتا ہے۔

(۴۱) کاگ ۔ ایک معنی کوّا۔ دوسرے ڈاٹ (انگریزی کارک کا موُرَد) بوتل کا منہ بند رکھتا ہے۔ "کاگیان" کے بیچ میں کاگ موجود ہے۔

(۴۲) گلدان ۔ پھولوں کو نیوتا نگوڑا کہا ہے ۔ جو گلدان میں سج گئے تو اُن کے بیج یا بچّے نہیں ہوں گے ۔ ٹوٹے ہوؤں کو جوڑ کر رکھ دو۔ یعنی ٹوٹے ہوئے پھولوں کو آپس میں جوڑ کر یا ملا کر۔

(۴۳) نیم ۔ "مین" کو الٹو تو نیم ہوگا "بول نبولوں" میں نبولی کا اشارہ موجود ہے۔

(۴۴) کنجی ۔ اکثر حفاظت سے رکھی جاتی ہے اور جب تک اس کا کان نہ مروڑیں قفل نہیں کھولتی ۔

(۴۵) بائیسکل ، جسے سیکل بھی کہتے ہیں "دا سے کل" میں نام پوشیدہ

ہے۔ کَل کے بھی دو مفہوم ہیں۔ ایک آرام دوسرے جنتر۔

(۴۶) دیاسلائی کی لَو اِدھر اُدھر ہلتی ہے۔ ٹھہری نہیں ہوتی۔

(۴۷) ناریل۔ نار = عورت، یل = پہلوان۔ دونوں لفظ ہم پہلو۔

(۴۸) چھت کا پنکھا جس کے تین پنکھ ہوتے ہیں۔

(۴۹) نیم۔ جس کی پتیاں آریاں سی لگتی ہیں (دندانے دار) گرم دوپہر کو نیم کے سائے میں نیند اچھی آتی ہے۔

(۵۰) انگور۔ بھرتے ہوئے زخم کو انگور کہتے ہیں۔ "اورنگ" کے حروف کی ترتیب بدلیں تو انگور بن جاتا ہے۔

(۵۱) سِنگھاڑا جس کی بیل پانی پر پھیلتی ہے۔ سِنگھ = شیر۔ آڑا = ترچھا۔

(۵۲) کینو۔ پنجابی میں "کِینوں" کے معنی "کس کو"، اِسی سے فائدہ اٹھایا ہے۔

(۵۳) پوری۔ اِسم کے طور پر کھانے کی تلی ہوئی چیز۔ صفت

کے طور پر "کمل"۔ "چھلکے" اور "گول کرو" میں بھی رعایت ہے۔

(۵۴) بٹوہ۔ جو بعض لوگ ساتھ رکھتے ہیں اور اس میں تمباکو جو زہریلی چیز ہے۔

(۵۵) تاش کی گڈّی۔ پہلے مصرعے میں "اینٹ۔ تیسرے چوتھے مصرعے میں حکم پان اور پھول موجود ہیں۔ یعنی چاروں قسم کے تاش کے پتّے۔

(۵۶) آنکھیں، روز لڑیں، آنکھیں لڑانا یا آنکھوں کا لڑانا بندھے ہوئے محاورے ہیں۔

(۵۷) سمندر "دسمن دریافت" میں نام چھپا ہے۔

(۵۸) تاش کی گڈّی، جسے کاٹا پیسا جاتا ہے۔ باون پتّے جن میں ۱۳ پھول کے پتے ہوتے ہیں۔

(۵۹) کان۔ کانوں کی "لَو" نیچے کی طرف ہوتی ہے۔

(۶۰) موٹر سائیکل (یہ) آنکھ کی کانی، (یا) موٹر کے برخلاف صرف ایک لائٹ۔

(۶۱) شہادت کی انگلی۔ جو تشہد پڑھتے وقت اٹھ جاتی ہے اور دوسری انگلیاں رخ دوسری طرف کر لیتی ہیں۔ مگر انگوٹھی چھلے انہی کے لئے مخصوص ہیں۔

(۶۲) چوٹی۔ چوٹی دراصل پہاڑ کی ہوتی ہے اور بالوں کی چوٹی کو بھی کہتے ہیں۔

(۶۳) پیالی یہ لفظ پیاری سے ملتا جلتا ہے اس لئے پیاری ہی کہا گیا۔

(۶۴) تاش مقسوم جو تقسیم کے بعد ملے، پینا کے معنی کارڈ پھینٹنا اور پھر تقسیم کرنا یعنی بکھیرنا۔

(۶۵) پنسل۔ یوں مٹ جائے یعنی چٹکی بجاتے ربڑ سے مٹ جائے۔ میرا لکھا سے مراد تصنیف۔

(۶۶) پنسل۔ اس سے خوشخطی کرنا مشکل ہے، خط ڈالنے یعنی سطریں کھینچنے کے لئے موزوں ہے۔

(۶۷) پنسل۔ سرمہ کھانے سے آواز بیٹھ جاتی ہے اور پنسل میں سرمہ ہوتا ہے۔

(۶۸) پنسل۔ دبلی بھی ہوتی ہے۔ سوکھی بھی (بے سیاہی کے) اور جلد گھس گھسا جاتی ہے پھر جب تک منہ اس کا دوبارہ نہ بناؤ کام نہیں دے سکتی۔

(۶۹) موتی جس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک چھوٹی، ایک لمبی اور سفید۔ لفظ معمولی میں نام پوشیدہ ہے۔

(۷۰) پیر کا دن نیا دن بارہ بجے سے شمار ہوتا ہے۔ پیر = بڈھا۔

(۷۱) جمعرات کا دن

(۷۲) روزہ۔ روزہ کھانا عام محاورہ ہے۔ جو روزہ نہیں کھاتا

وہ واقعی کچھ نہیں کھاتا۔ کھانے پینے سے پرہیز کرتا ہے۔

(۷۳) بارہ سنگھا۔ سنگھ کے معنی شیر اور یہ سینگ کا مخفف بھی ہے،
جس کا دوسرا نام شاخ ہے۔ جیسے شاخ آہو۔ ہرن کا سینگ

(۷۴) ہرن جس کا دوسرا نام آہو ہے اور ساہوکار کے اندر چھپا
ہوا ہے۔ بھکر اور چھدبیٹ۔ صحرائی علاقے ہیں۔

(۷۵) کتا۔ اس کا دوسرا نام "سگ" "خیر سگالی" میں چھپا ہوا ہے۔
بھوں سے یہاں بھونکنے کی آواز مراد ہے نہ کہ ابرو۔

(۷۶) شرح نام" میں "حنا" موجود ہے

(۷۷) لجنال۔ پنجابی میں کچھ نال: جانگھیے کے ساتھ

(۷۸) استری۔ دوسرے معنی عورت یا بیوی۔

(۷۹) کرسی۔ اسکی صحیح تعریف یہی ہے کہ ٹیک لگا کر بیٹھ سکتے ہیں اور چار ٹانگوں کی ہوتی ہے

(۸۰) بھینس پہلے مصرع میں ایک مثل کی طرف تلمیح ہے کہ بھینس
کے آگے بین بجانا عبث ہے۔ دوسرے مصرع میں یہ اشارہ
کہ "گائے" سے مختلف ہے۔ چوتھے مصرع میں یہ وضاحت
کہ بھینس ہے مگر اللہ میاں کی بھینس نہیں جو حشرات الارض میں سے ہے۔

(۸۱) طبلہ: جس پر سم کے لئے کھلے ہاتھ کی ضرب لگاتے ہیں۔

(۸۲) تالی: ایک معنی کنجی (دروازہ کھولنے والی) دوسرے وہ تالی جو محفل میں دونوں ہاتھوں سے پٹتی ہے۔

(۸۳) بالی: ایک معنی کمسن۔ دوسرے کان کا زیور۔

(۸۴) قفل: منہ پر قفل = زبان بندی۔

(۸۵) کنجی: ہندی میں تالی جو بجائی بھی جاتی ہے۔ پرتگالی لفظ چابی "جو چیابی" کا ہم معنی ہے (پرتگالی chavi اردو میں چابی ہو گیا۔)

(۸۶) شب دیگ: جس میں کوفتے اور شلغم ہوتے ہیں۔ کوفتے میں "کوفت" شامل، شلغم میں غم اور "شب دیگ" میں شب کے سوا بھی کچھ ہے۔

(۸۷) برف: گرمیوں میں ہر کہیں، جاڑوں میں پہاڑ پر۔

پگھلنے سے بچانے کے لئے لپیٹ کر رکھی جاتی ہے۔

(۸۸) ترازو: سیر بھر تولنا ہو تو اپنے اوپر باٹ سمیت دو سیر بوجھ لادے گی۔ پلّہ چھونے سے تول بگڑ جائیگی۔

(۸۹) ترازو: بٹیا = پگ ڈنڈی۔ اس میں سے پگ (پاؤں) الگ کر دیں تو ڈنڈی رہا جو ہندی میں ترازو کا نام ہے۔ دل میں تیر آر پار ہو تو اس کو "ترازو" ہونا کہتے ہیں۔ میزان بھی ترازو کا ایک نام ہے۔ جو ساری رقم جوڑنے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ اس طرح اس پہیلی میں تینوں نام آگئے ہیں۔

(۹۰) کنجی: دونوں مصرعوں میں نام ہے۔ فتح کرنا کھولنا (عربی مفتاح = کنجی۔)

(۹۱) بلّی: جو شیر کی خالہ کہلاتی ہے "ہوش میں آؤ" بلّی کی

کی آواز کی نقل۔

(۹۲) کنجی جس کا دوسرا نام تالی ہے اور اس تالی سے مختلف جو ہاتھوں سے نکلتی ہے ہر کنجی وہ کام کرتی ہے جو دوسری کنجی نہیں کرسکتی۔

(۹۳) کوٹ: قلعہ کو بھی کہتے ہیں

(۹۴) چکّی: ایک ہاتھ سے دانہ ڈالتے ہیں دوسرے سے کھونٹا پکڑ کر گھماتے ہیں "سنگ سنگ" نہ گھوموں میں بھی۔ دوہرا اشارہ ہے۔

(۹۵) چھپّر۔ پھونس کا بنا اور بیچ میں کوبڑ (کُب) "چھپر" میں نام کا اشارہ تھا۔

(۹۶) کشت۔ بمعنی کھیتی، نیز شہ جو شطرنج میں بادشاہ پر پڑے۔ جب بادشاہ کسی مہرے کی زد میں آئے تو زبان سے بھی کشت یا شہ کہتے ہیں۔ یعنی خبردار!

(۹۷) ہاکی۔

(۹۸) گول ہاکی یا فٹ بال کا۔

(۹۹) گلاب جامن۔ گلاب پھول، جامن پھل

(۱۰۰) شیردانی۔ باگھ = شیر

(۱۰۱) اخروٹ۔ اخ۔ بھائی، روٹ = موٹی روٹی

یا لفظ روٹی کا پونا حصہ۔ اخروٹ کے شروع

میں اَخ رہے یعنی آخر۔

شیکسپیئر کی شاہکار تمثیل

انطنی وکلوبطرہ

کا منظوم ومقفّٰی ترجمہ

"ہیئت اور منظوم ترجموں پر اگر کوئی لکھے تو اسے حقّی کو منہ بھر کے داد دینی ہوگی . . . ان کی نظر اپنی زبان کے کلاسیکی ذخیرے پر بھی ہے اور اس سے ماورا بھی"۔ (ظ انصاری)

"حقّی صاحب نے اس ڈرامے کی روح کو گرفتار کیا ہے اور مختلف مواقع کے لحاظ سے اپنے لہجے اور آہنگ میں لوچ پیدا کرنے کی کامیاب سعی کی ہے۔ مثنوی میں اتنے مختلف لہجے اور آہنگ پیدا کرنا اور شیکسپیئر کے قدم بقدم اظہار کے تمام تقاضوں کو پورا کرنا حقّی صاحب کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اگر آپ کی نظر میں وہ اصل کے مقامات بھی ہیں جن کا ترجمہ ہے تو حیرت بالائے حیرت ہوتی ہے . . . . (پروفیسر کرار حسین)

(زیرِ طباعت)

انجمن ترقی اردو

ہسپتال روڈ، کراچی سے عنقریب دستیاب ہو سکے گا۔

تارِ پیراہن کے بعد حقّی کا دوسرا مجموعۂ کلام

حرف دل رس

غزلیات

"اس وقت تک وہی صحیح معنی میں شاعروں کے شاعر ہیں"

(اپریل ڈان کراچی)

بلاشبہ حقّی کی غزل حقّی ہی کی غزل ہے۔ (رئیس امروہوی)

حقّی کے یہاں بلاشبہ روزمرہ کی بے ساختگی اور محاورے کی سادگی بھی بڑا لطف دے جاتی ہے، مگر ان کے یہاں روزمرہ اس لئے زیادہ دلکش ہوگیا ہے کہ اس کے پیچھے تجربات کا ایک پورا نظام کارفرما ہے۔ حقّی کی غزل اپنے سارے دردِ محبت اور اپنی ساری خلشِ تمنّا کے باوجود تلخیٔ مے کا سا سرور رکھتی ہے جس کے ساتھ لطفِ مہتاب اور رقص و نغمہ گری کے بے خود کر دینے والے کیف بھی ہم آہنگ ہیں۔ پھر حقّی کے مضامینِ محبت بھی تو خیالی نہیں سچے سچے ہیں، واقعی ہیں حال و تجربہ ہیں۔

(ڈاکٹر سید عبداللہ)

حقی کے نثری مقالات کا مجموعہ

نکتۂ راز

۲۴ بلند پایہ تنقیدی اور تحقیقی مضامین

ہر مضمون ایک نقد و نثر کا شہ پارہ

ادب اور پیشہ وری، اردو الفاظ میں چھوت چھات

غالب کے مشہور استعارے، شرح نکات غالب "رخ س"

انیس کی ڈراما نگاری، اکبر کا فن ظرافت، اصغر کی غزل،

بہادر شاہ ظفر کی شاعری، ثقافت سے معیشت تک ،

قاضی نذرالاسلام، اردو شاعری میں غم ملت اور غم قوم

اور دوسرے مضامین، ۴۳۶ صفحات

مطبوعہ عصری کتب کراچی

دوسرے ایڈیشن کا انتظار کریں

"حقّی صاحب کمال کے آدمی ہیں۔ اُن کا قلم چوطرف چلتا ہے۔ وہ غزل بھی کہتے ہیں اور نظم بھی اور دونوں اپنے رنگ کی، ترجمہ کرتے ہیں تو ترجمے کو اصل بنا دیتے ہیں۔ حقی صاحب نے پہیلیاں اور کہہ مکرنیاں بھی لکھیں اور ایسی لکھیں کہ حضرت امیر خسرو کی یاد تازہ ہو گئی۔ چھوٹے بڑے سب سننے بیٹھ گئے اور گھنٹوں مزا لیتے رہے۔ نثر لکھنے پر آئے تو افسانے بھی لکھے اور خوبصورت مضامین بھی۔ لُطف یہ کہ نثر بھی نظم کی طرح چٹخارے دار۔ جو پڑھے زبان و بیان کا مزا لے"

ڈاکٹر جمیل جالبی



شان الحق حقی

"I have yet to come across a writer of his versatility, a poet sensitive to the classics but equally aware of-what is going on around, a critic of uncommon dimensions, translator of outstanding-merits and an astute lexicographer. Besides he has written quite a few short stories to confound his admirers with eminence in yet another field.

Soffar Haqqi is truly a poets' poet.

His latest collection 'Harf-i-Dilras' has been hailed as a work of exceptional merit. Haqqi's idiosyncracies are varied. And the surprising aspect of his unsual brilliance is that he could be found devoting a lot of his time on lost causes.

For example he is busy resurrecting 'Keh Mukarni' these days - a genre which was lying dormant ever since the days of Amir Khusro. No one should be surprised over the publication of Haqqi's collection of 'Keh Mukarnis' in the near future.

*(ARIEL in 'Dawn' Karachi.
May 28, 1982)*